ہندو نام مُردہ ہے

کوئی شخص بھی جس میں کہ سیلف ریسپکٹ کا ذرا بھی خیال ہے کبھی گوارا نہیں کرے گا کہ اُسے ایک ایسے نام سے پکارا جاوے جس سے کہ مخالفانہ حقارت یا نفرت کی بو آتی ہو۔ لیکن کیسے تعجب کی بات ہے۔ کہ سیکڑوں بھارت نواسی ودوان (جو بخوبی جانتے ہیں کہ ہندو لفظ نہ ہی تو سنسکرت زبان کا ہے اور نہ ہی ہمارا اصلی قدیم نام ہے بلکہ فارسی زبان کا لفظ ہے جو کہ محمدی فاتحوں نے ویسے ہی حقارتاً ہمارے لئے تجویز کیا تھا جیسے کہ فی زمانہ انگریز لوگ بھارت نواسیوں کو حقارت **نیٹو یا کالا آدمی** کہکر پکارتے ہیں) بڑے ابھمان سے اپنے تائیں ہندو کہتے ہیں۔ بلکہ اپنی دھرم کو بھی ہندو دھرم کے نام سے پکارا جانا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اگر اُن کو کوئی **نیٹو یا کالا آدمی** کہکر پکارے تو اپنی ہتک خیال کرتے ہیں اور اُس کے استعمال کرنے والے کے ساتھ لڑنے بھڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں لیکن **ہندو** لفظ جو کہ ان الفاظ سے زیادہ ہتک آمیز ہے اُن کو اس قدر پیارا ہے کہ جو شخص اُنکو اس نام سے نہ پکارے اُسے دیش اور قوم کا دشمن اور سناتن دھرم کا مخالف کہنے لگتے ہیں۔ اس **کینڈے** کے حضرات میں سے ایک تو وہی ہیں جو کہ اتنا تو تسلیم کرتے ہیں کہ **ہندو** لفظ یون بھاشا کا ہے اور اس کے معنے کافر۔ غلام وغیرہ کے ہیں لیکن یہ کہکر اس کو ڈیفنڈ کرنے لگتے ہیں کہ چونکہ عرصے سے ہمارا یہی نام چلا آتا ہے اس لئے اب اس کے بجائے آریہ یا کسی اور نام کو رواج دینا سوسائٹی کے اندر گڑبڑ پیدا کریگا۔ علاوہ ازیں جن معنوں میں پہلے محمدی فاتحوں نے اسے استعمال کیا تھا۔ اب یہ اُن معنوں میں نہیں لیا جاتا اس لئے قومیت کے خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ ہم سب اپنی تائیں ہندو نام سے پکاریں۔ دوسرے وہ ہیں جو کہ بوجہ تعصب و ہٹ دھرمی کھینچا تانی کر کے **ہندو** لفظ کو سنسکرت زبان کا شبد ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ ان ہر دو قسم کے خیالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک محقق مزاج مضمون نگار **پنڈت باجی راؤ** بھاٹے نامی ہسٹی و جغرافیہ ہندوستان ریویو میں یوں رقمطراز ہیں ”الفاظ **ہند ہندی ہندوستانی** ۔ اور

ہندوستان "ہندو" شبد سے نکلے ہیں۔ جو کہ اس ملک کے مسلمان حکمرانوں نے اپنی رعایا کے لئے حقا استعمال کیا تھا۔ جیسے انگریز حکمران لفظ نیٹو استعمال کرتے ہیں جبکہ انگریزی حکومت محمدی حکومت کی جانشین ہوئی تو اسیطرح لفظ نیٹو۔ لفظ ہندو کے بجائے استعمال ہوگا۔ دراصل لفظ ہندو کے معنی ہندوستان کی محمدی سلطنت کی رعایا ہے۔ اس لئے اس حکومت کے نابود ہونے کے ساتھ ہی لفظ ہندو بھی متروک الاستعمال ہونا چاہئے تھا میں نہیں سمجھتا کہ اب ہم اس مُردہ لفظ کو اپنے لئے کیوں استعمال کریں۔ لفظ ہندوستان اسمائے عربستان کردستان افغانستان بلوچستان۔ اور ترکستان کی طرح فارسی لفظ ہندو سے بنا ہوا ہے اور ہمارے ملک کے شمالی حصہ کے باشندوں کے لئے استعمال ہوتا تھا کہ جہاں محمدی سلطنت مضبوط بھی ہوئی تھی۔ ہمارے آجکل کے مصنف اور اخباروں کے ایڈیٹر غلطی سے لفظ ہندوستھان لکھتے ہیں گویا کہ یہ لفظ سنسکرت اصل کا ہے۔ فارسی لفظ ہندوستان کے صحیح معنے نیٹو مسلم (گندے لوگوں کی جائے رہایش) ہیں۔ . . . . اسوقت جبکہ محمدی حکومت نیست و نابود ہوچکی ہے مجھے تعجب ہوتا ہے کہ کیوں ہماری مروجہ بولیوں میں ہند۔ ہندی ہندو۔ ہندوستان۔ ہندوستانی۔ وغیرہ الفاظ (جو کہ جلانے یا دفنانے کے قابل ہیں) کا استعمال روا سمجھا جاتا ہے۔ ہماری مخالفت کی کمزوری کے باعث لفظ ہندوستان آہستہ آہستہ دکھن کی طرف بھی اوتر رہا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہونا چاہئے میرا خیال ہے کہ ہماری قومیت کے مضبوط جز ہمارے ویش قوم اور زبان کے نام بھی ہیں اس لئے وہ صحیح۔ موزوں اور درست ہونے چاہئیں" (ہندوستان ریویو بابت مئی وجون صفحہ ۵۱۹ - ۵۲۰) ہم اپنے ان تمام بھائیوں سے جو کہ ہندو شبد کے حامی ہیں۔ مندرجہ بالا اقتباس کو نرپکش ہو کر پڑھنے کی درخواست کرتے ہوئے امید رکھتے ہیں کہ وہ اگر اپنے خیال میں سچے دیش بھگت اور محب قوم ہیں یا رشی سنتان ہونیکا فخر رکھتے ہیں تو پنڈت باجی راؤ جی کی رائے پر ضرور بنظر تعمق غور فرماویں گے۔ اگرچہ یہ کوئی نئے خیالات نہیں بلکہ وہی پورانے وچار ہیں جنکا اظہار کہ مہرشی دیانند سرستی اپنی تحریروں اور تقریروں میں بڑے زور سے کر چکے ہیں لیکن ایک ایسے شخص کے قلم سے نکلے ہوئے ہونے کی وجہ سے کہ نام ابھائی اپنا ستاتی یا ہندو بھائی سمجھتے ہیں ممکن ہے کہ انپر وچار کرنے کے لئے اپنے بیجا تعصب کو

آریہ سماج اور اُسکے مخالف

جب سے آریہ سماج نے ویدک دھرم کا منگل سماچار سنا کر سوتے ہوؤں کو جگانا گمراہوں کو پتت ہونے سے بچانا اور پتت شدہ لوگوں کو پراشچت کرا کے اپنے ساتھ ملانا اختیار کیا ہے۔ نیز جھوٹھے رہبروں کو جو کہ ہادی و مرشد بنے ہوئے تھے نڈر ہو کر اُن کو اُنکے اصلی بہروپ میں ظاہر کرنا شروع کیا ہے۔ جینی۔ کرانی قرآنی وغیرہ مت وادیوں اور پنتھائیوں کے کمپوں میں سخت کھلبلی مچ گئی ہے۔ علمی اور قلمی طاقت سے پہلوانانِ صداقت و دلاورانِ حقیقت و معرفت کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اب اُنکے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹا کر اپنے ننگ و ناموس کو قایم رکھیں ابھی جینیوں کا دعویٰ جو دہلی میں چند سماجک پُرشوں کے خلاف دائر ہے فیصل بھی نہیں ہونے پایا کہ کرنال میں صلح کل عیسائیوں نے بھی آریہ دھرم کے پرچار سے اپنی پول کھلتی دیکھ کر وہاں کے چند آریہ بھائیوں پر فوجداری مقدمہ کھڑا کر دیا ہے اور ہمارے محمدی بھائی بھی اس خیال سے کہ ہم پیچھے نہ رہ جاویں مہاشیہ دھرم پال جی کو عدالت میں گھسیٹنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ کیا اس سے زیادہ اور بھی کوئی اخلاقی بزدلی اور کمزوری ہو سکتی ہے کہ صداقت کو شکنجۂ عدالت سے دبانے کے حیلے کئے جاویں۔ ہماری رائے میں وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں جو کہ آریہ سماج کو ان کمینہ کارروائیوں سے دبانا چاہتے ہیں بجائے اس کے کہ اُن کو کسی قسم کی کامیابی ہو اُلٹا نادم ہونا پڑے گا۔ آریہ سماج کے مخالف کان کھول کر سن لیں اور خوب یاد رکھیں کہ اس قسم کی کمینہ کارروائیوں سے آریہ لوگ ہرگز ہرگز نہ ڈریں گے۔ اُن کو اگر کوئی زیر کر سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ جن اعلیٰ خیالات کا وہ پرچار کر کے پاکھنڈ جال کی دھجیاں اوڑا رہے ہیں اُن کو علمی اور عقلی طور پر غلط ثابت کر دیا جاوے۔ اگر ایسا کر سکتے ہیں اور ہمت ہے تو شوق سے میدان میں آویں اور زور دکھلاویں ورنہ چپکے ہو کر بیٹھ رہیں۔ اب وہ زمانہ

نہیں ہے کہ جہاد و فساد کی دہمکیوں سے راستی کا منھ بند کر دیں گے۔ اب عدل وانصاف کا راج ہے۔ علم و عقل کا زمانہ ہے ہر ایک شخص اپنے خیالات کے اظہار کا مساوی حق رکھتا ہے اگر اُن کے دل میں اپنے خلاف علم و عقل ست شاستروں کی عزت ہے تو آریہ پرشوں کے دلوں میں اُن سے بڑھ کر ستیہ سناتن ویدک دہرم کی عظمت جاگزیں ہے۔ بھلا یہ کون سے انصاف کی بات ہے کہ یہ حضرات تو آریہ سماج پر سخت سے سخت کمینے حملے کرتے جاویں اور آریہ سماج انکا کوئی نوٹس نہ لے لیکن جب کہ آریہ پرش اپنے ڈیفنس میں اِن کی جائز طور پر قلعی کھولیں تو وہ انہیں عدالتوں میں گھسیٹا جاوے گو لاکھوں قتل کی دہمکیاں دیا کریں جھوٹی نالشیں کیا کریں بھلا کہیں ان باتوں سے آریہ پُرش صداقت کو چھوڑ سکتے ہیں اور بطالت کی دھجیاں اُڑانے سے مُنھ موڑ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر نہ معلوم کہ یہ لوگ خواہ مخواہ کیوں روپیہ برباد کرتے خود نقصان اوٹھاتے اور داناؤں کو اپنی نالائقی پر ہنساتے ہیں۔ کیا محمدی عالموں اور فاضلوں کے دماغ میں ضعف آگیا۔ کیا پادریوں کی شمشیر فصاحت و لاجاب کُند ہو گئی کہ اِن اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئے ہیں۔ ہم للکار کر کہتے ہیں کہ اگر سچ مچ آریہ سماج کے مخالفوں کے پاس اس قسم کے کُند ہتھیار رہ گئے ہیں تو دنیاوی عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا بلکہ اُنکا یہ طریق عمل ایک مزید ثبوت اس بات کا ہو گا کہ بلاشبہ صداقت کی عدالت میں آریہ سماج کی ڈگری ان سب مت متانتروں پر ہو چکی جس کو کہ کوئی دنیوی عدالت ہرگز ہرگز میٹ نہیں سکتی۔

دونوں سچے ہیں

لاہور کا پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ "اخبار شحنۂ ہند میرٹھ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اِن مناظرات کی تو تو۔ میں میں شرمناک ہے۔ کیا علماء اسلام کو یہ ننگ گوارا کرنا چاہئے کہ اونکے مقابلہ میں جہلا کا گروہ جو اُن کا ہم پلہ نہیں ہے فضول باتیں بنائے اور وہ اُنکے مقابل ہو کر سامنے آئیں درحالیکہ مناظرے کے لئے مساوات فی العلم کی شرط ضروری ہے"

اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار اہلحدیث میں یہ حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ یہ عذر بے دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے۔ حضرت ابراہیم اور نمرود کا مناظرہ۔ فرعون اور حضرت موسیٰ کا مناظرہ قرآن میں اور سید الانبیاء و مسیلمہ کا مناظرہ حدیثوں میں مذکور ہے۔ پھر یہ کیا عذر ہے ہماری سمجھ سے بالا ہے" ہماری رائے میں دونوں سچے ہیں۔ ایڈیٹر پیسہ اخبار تو اسلئے کہ وہ انگریزی تعلیم یافتہ ہیں زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہیں اور دل سے خوب جانتے ہیں کہ اسلام کیا ہے اس لئے وہ اس قسم کی فضول حجتوں سے علماء اسلام کو مناظروں اور مباحثوں سے باز رکھنا چاہتے ہیں تاکہ مقابلہ میں جو اسلام کی پول کھلتی ہے وہ نہ کھلے اور مولوی ثناء اللہ صاحب بھی سچے ہیں کہ ان کی دوکان ہی اسوجہ سے چل رہی ہے ورنہ کس نے پرسا کہ بھیا کون ہو۔ محمدی علماء تو انھپر کفر کا فتویٰ پاس کر چکے ہیں۔ مباحثے بند ہوجاویں تو مولوی صاحب کی پانچوں گھی میں کیسے ہوں۔ ایڈیٹر پیسہ اخبار نے محمدی مولوی ملانوں کو عالم و فاضل اور فریق مخالف کو گروہ جہلا ٹھیرانے کی تو ایک ہی کہی اور مولوی ثناء اللہ نے رہا کسی میں دین اسلام کی طرف سے ان پرچوں کو بطور نظیر پیش کرکے اور بھی لطف کیا۔ نہ معلوم ایڈیٹر پیسہ اخبار ــ علمیت کس کو سمجھے ہوئے ہیں کہ اپنے مولویوں کو محض عربی فارسی جاننے کی وجہ سے علماء یکتا قرار دیتے ہیں اور فریق مخالف میں عربی فارسی کے علاوہ سنسکرت انگریزی وغیرہ زبانوں کے بڑے بڑے عالم و فاضل ہوتے ہوئے بھی جہلا کا گروہ کہکر پکارتے ہیں۔ محمدیوں کے مقابلہ میں آریوں کو جو کہ مسلمہ تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ ہے جہلا کا گروہ کہکر پکارنا ایڈیٹر پیسہ اخبار جیسے انصاف پسند کا ہی کام ہے۔

مناظرہ نگینہ

یہ عظیم الشان مناظرہ ۵۔ جون کو شروع ہو کر ۱۴ جون کو نروگھن ختم ہوا مفصل حالات تو ایک کتاب کی شکل میں زیر طبع ہیں خاص خاص امور کا ذکر ہم اپنے ناظرین کی آگاہی کے لئے یہاں درج کرتے ہیں۔ جائے مباحثہ ایک عظیم الشان پنڈال

تھا جو کہ نگینہ سماج کی طرف سے قصبہ سے قریب نصف میل کے فاصلہ پر ایک باغ کے قریب کھڑا کیا گیا تھا۔ اس میں بیس ہزار کے قریب صاحبان سما سکتے تھے محمدیوں کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور آریہ سماج کی طرف سے ماسٹر آتما رام جی امرتسری اپدیشک تھے تحریری مباحثہ سے ہمارے محمدی بھائی پہلے تو صاف انکار کرتے رہے لیکن جب آریہ سماج کی طرف سے اس پر بہت زور دیا گیا تو آخر انکو ہتھیار ڈالنا ہی پڑا۔ حسب منشاء اہل اسلام ماسٹر آتما رام جی پہلے تقریر کرنے کو کھڑے ہوئے جنہوں نے مختصر مگر پُر مطلب الفاظ میں الہام کی ضرورت جتلاتے ہوئے اس کی پرکھنے کے لئے چند معیار پیش کر کے ان کے متعلق مولوی صاحب سے رائے طلب کی مولوی صاحب بجائے اس کے کہ معقولیت کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرتے اصل مضمون کو چھوڑ کر ادھر ادھر بغلیں جھانکنے لگے لیکن ماسٹر جی نے ایسا دبایا اور ویدوں کے متعلق مولوی صاحب کے اعتراضات کا نہایت معقولیت سے جواب دیتے ہوئے الزامی اعتراضات کی وہ بوچھاڑ کی کہ مولوی صاحب کے ہوش خطا ہو گئے اور ان سے کسی اعتراض کا بھی کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ بہت سے اعتراضات کو تو صاف ہڑپ کر گئے کسی کا جواب دینے کی کوشش کرتے تھے لیکن منہ کی ہی کھاتے رہے۔ آخر جب مولوی صاحب کو کوئی صورت بچاؤ کی نظر نہ پڑی تو اصل مضمون کو چھوڑ کر نیوگ کے متعلق اونھیں بودی اور لغو حجتوں کو پیش کرنے پر اتر آئے کہ جن کا بیسیوں مرتبہ جواب باصواب آریہ سماج کی طرف سے دیا جا چکا ہے لیکن ماسٹر صاحب نے اس میں بھی مولوی فاضل صاحب کا ایسا قافیہ تنگ کیا کہ اسلام کی زیادہ پول کھلتے دیکھ کر محمدی علماء نے مناظرہ بند کرنے کے جوڑ توڑ شروع کر دئے پہلے تو یہ چال چلے کہ اب بجائے مباحثہ کے دونوں طرف کے اسپیکر دو دو گھنٹے تقریریں کریں لیکن اس میں بھی جب کہ ماسٹر آتما رام جی کے فاضلانہ لیکچر نے کئی ہزار آدمیوں کے مجمع کے دلوں کو تسخیر کر لیا اور جو مولوی صاحب بولنے کے لئے اٹھے انھیں سخت ناکامی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تو پھر مباحثہ جاری کرنے کی درخواست کی لیکن صرف تقریری۔ تحریری مباحثہ سے صاف انکار کر دیا۔ آریہ سماج کی طرف سے اس کو بھی منظور کیا گیا۔ لیکن جب اس طریق پر بھی محمدیوں نے مولوی صاحب کو شکست

تھی دیکھی تو تاریخ مقررہ سے پیشتر ہی مباحثہ بند کر دیا۔ اس مباحثہ کا اہل نگینہ اور بیرونجات سے گئے ہوئے نیز پکش سامعین پر بڑا ہی عمدہ نجش اثر پڑا ہر روز شام کو آریہ سماج کے زیر اہتمام سوامی یوگیندرپال و سوامی درشنانند و ماسٹر آتمارام جی پنڈت بھگوانند جی و پنڈت کرپا شنکر جی ایم اے وغیرہ آریہ ودوانوں کے ہزار دو حاضری میں جو عالمانہ لیکچر ہوتے رہے اونھوں نے اس اثر کو اور بھی دوبالا کر دیا۔ وہ ہندو لوگ جن کو کہ پہلے آریہ سماج کا سخت مخالف خیال کیا جاتا تھا۔ تمام کے تمام آریہ سماج کے ساتھ کھُلم کھُلا ہمدردی کا اظہار کرنے لگے اور جن چالاک محمدیوں نے اونھیں آریوں کے خلاف اپنے ساتھ ملا لینے کی تدبیریں کی تھیں اونھیں سخت مایوسی ہوئی غرضیکہ تمام علاقہ بجنور میں آریہ سماج کی فتح کا ڈنکا بج گیا۔ اور دین محمدی کی پوری پوری قلعی کھُل گئی۔ اب محمدی لوگ اس ندامت کو مٹانے کے لئے طرح طرح کی جھوٹھی افواہیں اوڑا رہے ہیں یہانتک کہ یہ مشہور کر رکھا ہے بلکہ النذیر و اہلحدیث وغیرہ محمدی اخباروں نے لکھ بھی دیا ہے کہ کئی آریہ مشرف باسلام ہوئے۔ اہلحدیث نے تو صرف دو شخصوں کا اسلام قبول کرنا لکھا ہے۔ لیکن النذیر صاحب نے ہمیں ایک اور بڑھا دیا ہے اور من گھڑت نام بھی درج کر دئے تھے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر کوئی آریہ یا ہندو پتت نہیں ہوا۔ ہم اپنے محمدی بھائیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہمارے مقابلہ میں آکر اس کا ثبوت تک پہونچا دیں۔ اس قسم کی جھوٹھی خبریں مشتہر کرنا خبیثوں اور بے ایمانوں کا کام ہے۔ اِن کرتوتوں سے وہ اُس اثر کو دور نہیں کر سکتے جو کہ اِس مباحثہ سے نریکش دلوں پر پڑا ہے مفصلات کے ناواقف لوگوں کو تو آپ دھوکہ دے لیں گے لیکن اُن کی آنکھوں میں آپ کیسے دھول ڈال سکتے ہیں۔ چونکہ ایام مباحثہ میں نگینہ میں موجود تھے اِسی کے متعلق مباحثہ گندن لال جی اوپ منتری آریہ سماج نگینہ لکھتے ہیں کہ "مباحثہ کے بعد پانچ شدیوں کی درخواستیں آریہ سماج میں آئیں جو بوجہ کمی وقت کے عمل میں نہ آسکیں محمدی بھائیوں نے افواہ اوڑا دی ہے کہ بعد مباحثہ پانچ آریہ مسلمان ہو گئے یہ بالکل غلط ہے کوئی آریہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ مسلمانوں کے

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند

آجکل محمدی اخبارات کے اڈیٹروں کی خوشی کا دریا جوش طغیانی پیر ہے اور وہ بڑی خوشی سے غوطے لگا لگا کر اچھل رہے ہیں۔ انکی اس خوشی کا باعث محض یہ ہے کہ حیدر آباد میں ڈاکٹر نستی کانت چٹرجی۔ ایک بنگالی برہمو نے محمدی مذہب کو یار کیا ہے پس اسی سے وہ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمنے آریہ سماج سے عوض لے لیا یعنی آریہ سماج نے جو ایک بی اے کی ڈگری یافتہ مسلمان کو جو دھرم پال بنا لیا تھا اسکے بدلے میں ہمنے ڈاکٹر صاحب مذکور کو محمدی بنا لیا۔ اگرچہ اس باب میں ہمیں کوئی خاص اطلاع نہیں ملی تو بھی موجودہ اخبارات غیر محمدیہ میں جو ڈاکٹر صاحب مذکور کے حالات درج ہوئے ہیں۔ اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے چال وچلن کے باعث حیدر آباد میں زیر بار قرضہ ہو گئے تھے۔ اور فی زمانہ انکے پاس کوئی آمدنی کی صورت نہ تھی۔ پس حیدر آباد کے محمدیوں نے اس کو غنیمت جانا اور انکو یہ ترغیب دی کہ اگر آپ محمدی ہو جاوینگے۔ تو مال و زر سے مالا مال ہو جاوینگے۔ پس اگر ڈاکٹر صاحب محمدی ہو گئے تو تعجب ہی کیا ہے کیونکہ بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند۔

ایک اخبار راوی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے محمدی ہوتے ہی اتنا زر و مال ملا کہ ادائے قرضہ کے بعد بھی بہت کچھ پس انداز رہا۔ کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب کس نیت سے محمدی ہوئے ہیں۔ کیا مہاشہ دھرم پال جی بی اے کو آریہ سماج سے کوئی پھوٹی کوڑی بھی ملی تھی اگر نہیں تو ڈاکٹر ممدوح کو مہاشیہ دھرم پال جی۔ بی اے سے نسبت دینا سراسر جہل و تعصب ہی ہے وگرنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اگر تبدیل مذہب کی غرض تحقیق حق و صدق پسندی ہوتی تو جائے کلام نہ ہوتی۔ پیارے ناظرین یہ محمدی دوستوں کا کوئی نیا عمل نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ جادو ہے کہ جس کی حضرت ذوق نے اسطرح پر تعبیر فرمائی ہے۔

کیا پوچھتا ہے تو عمل بغض و محبت چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقش درم کو

محمدی بھائیوں کے پاس زر۔ زمین۔ زن۔ وغیرہ للچاوٹوں کے سوائے اور رکھا ہی کیا ہے۔

پس کوئی طمع زر سے پھنس گیا۔ جسکی نظیر تازہ ڈاکٹر صاحب ہی ہیں۔ زمین کے پیچھے سیکڑوں

ایک انوارالاسلامی نامہ نگار کا دخل درمعقولات

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے ستمبر سنہ گذشتہ کے آریہ مسافر میں ایک سناتن دھرمی لالہ نند کشور نامی کی کتاب المنصف پر کچھ سرسری ریمارکس لکھے تھے جس میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ وید و قرآن متحد المعنی ہیں اور ساتھ ہی ایک کھلی چٹھی بھی اوسی رسالہ میں اون کے نام شائع کی تھی جس کا جواب مکتوب الیہ نے تو اب تک کچھہ نہیں دیا لیکن اون کے ایک محمدی دوست نے انوارالاسلام جلد ۵ نمبر ۱۲ کے صفحات ۶ لغایت ۱۱ میں بطور دخل درمعقولات کی بڑے طمطراق کے ساتھہ ہمارے مضامین متذکرہ بالا کی پڑتال لکھنے کی کوشش کی ہے جسکا نوٹس لینے کی لئے گو اس وقت ہم کو بوجہ دیگر ضروری خدمات کے بالکل فرصت نہیں ہے۔ لیکن تاہم چونکہ ہمارے عنایت فرما سے یہہ پہلی ملاقات ہے بہ خیال اس کے کہ ہماری خاموشی مشار الیہ کی شکستگی خاطر کا موجب نہ ہو ہم غیر ضروری حصّوں کو نظر انداز کر کے انکے مضمون پر قلم اوٹھاتے ہیں۔

وید مقدس جس کی شان میں یہہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو بردن کمال بے ادبی ست

اوس کی بابت ہمارے نامہ نگار ایک شعر اس طرح موزوں فرماتے ہیں کہ ؎

کلام حق¹ نہ قول انبیا² ہے یہہ بید³ بے ثمر خود رو⁴ ہوا ہے

چونکہ نامہ نگار صاحب نے سب سے پہلے اپنے مضمون کے عنوان پر یہ شعر بطور موٹو کی لکھا ہے لہذا ہم بھی اول اوسی کے نفس مضمون پر ایک تنقیدی نوٹ لکھتے ہیں جو غالباً ناظرین کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ظاہر اس شعر کے چار حصے ہیں۔ یعنی

(۱) یہہ کہ وید مقدس، کلام حق نہیں ہے۔

(۲) " " " نبیوں کا قول نہیں ہے۔

(۳) ؍؍ ؍؍ ؍؍ بید بے ثمر ہے یعنی خشک تعلیم دیتا ہے یا یہ کہ اُس کی تعلیم کا کچھ نتیجہ نہیں ہے۔

(۴) ؍؍ ؍؍ ؍؍ خود رو ہے۔

ترتیب مضمون کے لحاظ سے ہم اولاً اس شعر کے پہلے اور تیسرے حصّہ پر متوجّہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ واضح ہو کہ جن حضرات نے بہشت سے کلام حق۔ اُسی کو سمجھ رکھا ہے جو خوبصورت لونڈوں (غلمان) کے ہاتھ سے شراب طہور کے سرور میں انگور کے خوشوں اور حوروں کے سیب ذقن و انار پستاں جیسے ثمرات کی امید دلاتا ہووے گر اُس کے مقابلہ میں وید مقدس کی تعلیم کو بید بے ثمر کہیں اور کلام حق نہ مانیں تو تعجب ہی کیا ہے جو ان اندرائن کے پھل روپی ثمرات سے جو محض اندریوں کے وشے ہیں نفرت دلا کر روح کو وصال حق کے اوس اونچے سرور کی اعلیٰ معراج پر پہونچنے کی ہدایت کرتا ہے جس کی تمثیل دنیا کی کسی لذّت سے دی ہی نہیں جا سکتی۔ ع شب دیجور کجا چشمۂ پُر نور کجا +

ہاں یہ سچ ہے وید مقدس میں توبہ اور شفاعت کی طفلی تسلّی نہیں دی گئی بلکہ جیسی کرنی ویسی بھرنی ؎ کا منصفانہ اصول صاف طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے اِس لئے مخالفین حق کے لئے اوس کی تعلیم تادیباً بطور تازیانہ بید کے ضرور ہے لہٰذا وہ اُس کی ضرب سے تلملا کر اگر بید بے ثمر کہہ کر اپنے دل کا بخار نکالیں تو ہم کو بُرا نہیں ماننا چاہئے بلکہ اون کی اس حالت پر بمقتضائے انسانی ہمدردی کے ترس کھانا چاہئے بفحوائے کلام پاک

مطلب۔ ہمیں سب کو محبّت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے

(یجر وید ادھیائے ۳۶ منتر ۱۸)

اب رہا نامہ نگار صاحب کے شعر کا دوسرا اور چوتھا جزو وہ ہم کو تمام و کمال تسلیم ہے یعنی وید مقدس حقیقت میں مثل قرآن مولفہ محمد صاحب کے کسی نبی یا پیغمبر کا قول نہیں ہے۔ بلکہ ایشور یہ گیان ہے اور اس لئے اُس کی

بابت خود روکا لفظ نہایت ہی موزوں ہے یعنی جس طرح ایشور از خود ہے ویسا ہی اوسکا گیان وید بھی از خود ہے پس اس مقولہ کی صحیح صحیح تائید ہوتی ہے کہ سچائی پہاڑوں کو بھی توڑ کر نکل آتی ہے۔ ایک اسلامی نامہ نگار کے قلم سے وید مقدس کی بابت ایسے حق بجانب کلمات کا بے ساختہ نکل جانا۔ کیا ایک بیّن دلیل اوس کی صداقت کے اعجاز کی نہیں ہے؟

اب ہم قبل اس کے کہ نامہ نگار صاحب کے مضمون کی طرف توجہ کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اپنے ہی مضمون کے نفس مطلب کو مختصراً پھر ناظرین کے سامنے رکھدیں تاکہ انصاف پسند طبیعتوں کو اس امر کی چھان بین میں مدد ملے کہ آیا حقیقت میں نامہ نگار نے انوار الاسلام میں ہمارے مضمون کی پڑتال کی ہے یا کیا؟

جن لوگوں نے **المنصف** کو تمام و کمال پڑھا ہوگا۔ یا کم از کم ہمارے مضمون ہی کو دیکھا ہوگا اون سے یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ چند قرآنی آیات اور وید منتروں کی تاویل و تشریح کرتے ہوئے کتاب مذکور کی علت غائی وید اور قرآن کو متحد المعنی ثابت کرتا ہے چنانچہ اس کے آغاز ہی میں یہہ دعویٰ بدیں الفاظ کیا گیا ہے کہ "وید و قرآن دکلیتاً) ایک ہی مفہوم کو مد نظر رکھے ہوئے ہیں" اور مابعد کی چند قرآنی آیات اور وید منتروں کی تشریح کا تطابق بطور اوس دعویٰ کے ثبوت کے پیش کیا گیا ہے پس[1] ہمارے مضمون کا صاف مطلب یہ تھا کہ ایک ایسی کتاب پر تصدیقی مُہر لگانیکا اُسی کو حق حاصل تھا جو ناظرین کے اطمینان کے لئے جہاں ایک طرف لالہ صاحب کی قرآنی تاویلوں کو مستند تفسیروں کے حوالہ سے ثابت کر دکھلاتا وہاں دوسری طرف وید منتروں کے مطالب سمجھنے پر بھی قادر ہوتا کیونکہ جب تک یہ دونوں باتیں نہ ہوں معلوم نہیں ہوتا کہ ان آیات اور منتروں کی مطابقت کی تصدیق کا اظہار کس بنیاد پر ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص **نظامی** اور **شکسپیر** کے چند اشعار کو اردو زبان میں نہ صرف لفظی ترجمہ

[1] دیکھو ہمارا مضمون مندرجہ آریہ مسافر ماہ ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۳ سطر ۵ و ۷

کر کے بلکہ ایک طویل تاویل کے ذریعہ سے باعتبار مطلب کے مطابق کر دکھائے تو اسپر اگر ایک ایسا شخص تصدیق کی مہر ثبت کرے جو نہ تو نظامی کی تصنیفات کی کسی مستند شرح کا حوالہ دے اور نہ ہی شیکسپیر کے مطالب سمجھنے کے لئے انگریزی زبان سے واقف ہو اور درحالیکہ اوس کے خیال میں شیکسپیر کی تصنیفات کا کوئی مستند ترجمہ بھی اوس کی زبان میں موجود نہ ہو تو ہم نہیں سمجھتے کہ اوس شخص کی تصدیقی شہادت کس بنیاد پر مبنی ہوگی؟

ٹھیک اسی طرح المنصف کے سہو عطا کرنیوالوں نے نہ تو مصنف کی بیان کی ہوئی قرآنی تاویلوں کی تائید میں اردو خوان ناظرین کے مزید اطمینان کے لئے کسی مستند تفسیر کا حوالہ دیا ہے اور نہ مطلق سنسکرت جانتے ہیں جو وید منتروں کی تشریح مندرجہ المنصف سمجھنے کے لئے ضروری تھا[1] (خصوصاً ایسے نازک موقع پر جب کہ دو مختلف مذاہب کی بنیادی کتب کے کلاً خواہ جزواً ایک ہونے کا فتویٰ دیا جائے) اور نہ ہی اُن کے

---

[1] اگر ہمارے اس اعتراض پر یہ عذر پیش کیا جائے کہ جس طرح سوامی جی نے بغیر عربی دانی یا بدون ہندی میں ترجمہ ہونے کے اون قرآنی آیات کے ترجموں کو صحیح مان لیا ہے جن پر ستیارتھ پرکاش میں اعتراض کیا ہے تو یہ اس لئے قابل سماعت نہیں ہے کہ اولاً تو سوامی جی نے چودھویں سملاس کے دیباچہ میں لکھدیا ہے کہ میں نے چند عربی دانوں سے اسکا اطمینان کر لیا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے کئے ہوئے ترجمہ سے لیا گیا ہے (خواہ بتلانیوالے نے کہیں غلطی بھی کیوں نہ کی ہو) دوسرے وہ چونکہ عربی دان نہ تھے۔ اس لئے مسلمانوں کے کئے ہوئے لفظی تراجم پر کہیں بھی صحیح یا غلط ہونے کا کوئی اعتراض پیش نہیں کیا بلکہ اون کو بتلانے والوں سے جو کچھ معلوم ہوا تمام و کمال صحیح ترجمہ فرض کر کے صرف اوس کے نفس مضمون پر اعتراض کیا ہے مگر ہمارے محمدی دوست چونکہ سوامی جی کے ترجمہ کو بمقابلہ پرانکوں اور انگریزوں کی اون تراجم کے جن سے عناصر پرستی و شرک وغیرہ وغیرہ کی بو آتی ہے۔ کبھی بھی صحیح اور مستند ترجمہ نہیں خیال کرتے اور نہ خود کسی ترجمہ کی تحقیقات کی قابلیت رکھتے ہیں تو ایسی حالت میں اس استفادہ کا حق اون کو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے کہ سوامی جی کے کئے ہوئے اون وید منتروں کے ترجمہ کو بغیر کسی تحقیقات کے سامان کے بلاچون و چرا صحیح مان لیں جنسے کسی اپنے اصول کے متعلق کسی اعتراضات کا اندفاع ہوتا ہو مگر اُن منتروں [illegible]

خیال میں اس وقت تک ویدوں کا کوئی مستند ترجمہ اون کی زبان میں ہے پس ہمنے لکھا تھا کہ معلوم نہیں کہ اس کتاب کی خوبی کی بابت یہ سند کس طرح عطا کی گئی ؟ بجز اس کے کہ اوس کتاب میں چونکہ آریہ سماج کے بانی کو خوب ہی بے نقط سُنایا گیا ہے جسکا کچھ نمونہ ہمنے درج کر دیا تھا اس لئے ممکن ہے کہ اس صلہ میں اوس کو یہ سرٹیفکٹ براہ کرم عطا کیا گیا ہو۔

اب اس پر ہمارے عنایت فرما نامہ نگار صاحب جو کچھ کہتے ہیں اوسکا خلاصہ معہ اپنے لوٹس کے پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اونھوں نے ہمارے مذکورہ بالا بیان کی کیسی پڑتال کی ہے۔

ابتدا میں صفحہ ۷ کی سطر ۱۹ تک تو ایک تمہید لکھی ہے جس میں زیادہ تر مولوی ثناء اللہ صاحب کی کسی تازہ تصنیف حق پرکاش نامی[a] کا اشتہار سنا دیا ہے اور آریوں کے جواب نہ لکھ سکنے پر اون کی کمزوری ظاہر کی ہے وغیرہ وغیرہ جس سے چونکہ ہمارے مضمون کو کوئی تعلق نہیں بلکہ ترکی بہ ترکی جواب لکھنے میں ایک فضول بدمزگی متصور ہے لہذا ہم اسے بالکل نظر انداز کرتے ہیں۔ پھر ہم اس شکایت کے ساتھ یاد فرمائے گئے ہیں۔ کہ ہم نے اپنے مضمون میں اون کے ایک حق گو دوست (مصنف المنصف) کو مع اُن کے بزرگان ندوۃ العلماء کے کوسا ہے" مگر اس پر بھی ہمیں کچھ اپنے ڈیفنس کی ضرورت نہیں ہے جن لوگوں نے کتاب المنصف اور ہمارے مضمون کو بنظر انصاف دیکھا ہوگا وہ خود ہی اس کا تصفیہ کر لیں گے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۔ جن کے نفس مضمون کے مقابلہ میں اپنے مسایل ہیچ معلوم ہوتے ہوں وہ اون سے مذکورہ بالا قسم کا فائدہ نہ اوٹھا سکتے ہوں مثلاً سوامی جی نے جہاں جہاں اپنے ترجمے میں اگنی اور اندر وغیرہ شبدوں کا ارتھ ایشور کیا ہے اوس پر ہم نے بارہا محمدیوں کو یہ اعتراض کرتے سُنا کہ اس مقام پر سوامی جی نے کھینچ تان سے کام لیا کہ آگ کے معنی ایشور کر دیئے اور جن منتروں میں راجاؤں کے فرائض کا ذکر ہے کہ وہ دُشٹوں کو ڈنڈ دیں وغیرہ وغیرہ اون کو تمام و کمال صحیح مان کر اون سے جہاد کا مسئلہ نکالنے لگے۔

[a] اس کتاب کا جواب باصواب زیر تیاری ہے (ایڈیٹر)

پھر لکھتے ہیں کہ "اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے کچھ اس کی (کتاب المنصف) بابت لکھا ہے تو اون کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و بید ہر مسئلہ میں متفق نہیں ممکن ہے کہ کئی مسائل میں متفق ہوں" نامہ نگار صاحب کی رائے میں گویا مولوی ثناء اللہ صاحب نے المنصف میں بیان کی ہوئی قرآنی تاویلوں اور وید منتروں کی تشریح کو تسلیم کر کے اون کا متفق ہونا مان لیا ہے لیکن یہ لکھا ہے کہ ہر مسئلہ میں دونوں متفق نہیں۔

اب اس کے مقابل میں ہم مولوی صاحب کے ریویو کو پھر لفظ بہ لفظ ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ اس نتیجہ پر بہ آسانی پہونچ سکیں کہ اوس سے نامہ نگار کا مطلب کہاں تک حاصل ہوتا ہے۔

مصنف المنصف کو مخاطب کر کے وہ لکھتے ہیں کہ

"آپ کی تحریر مندرجہ المنصف اسلامی طریق پر نہیں بلکہ نوین ویدانتیوں (اوستیوں) کے مشرب سے موافق ہوگی جس کا اسلام اور قرآن میں کہیں ذکر نہیں بلکہ خلاف ہے" پھر فرماتے ہیں کہ "بعض ارکان ندوہ نے جو آپ کی کتاب پ دستخط کر دئے ہیں اونہوں نے غالباً بغور نہیں دیکھی یا شروع شروع سے دیکھی ہوگی امید ہے اگر آپکا طبع گئے۔ تو اون کی رائے بھی بدل جاوے گی" (دیکھو اخبار وکیل امرتسر ۲۳- مارچ سنہ ۱۹۰۳

اب اسکا فیصلہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اپنے ریویو مندرجہ بالا میں لالہ جی کی کھینچ تان سے کہاں تک اتفاق کیا ہے اور یہ کہ ندوۃ العلماء کے اراکین کی تصدیق پر کیا خیال ظاہر فرمایا ہے۔

پھر اس کے بعد نامہ نگار صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "آپ قرآنی عالم کی شہادت اس سے زیادہ اس مسئلہ کی بابت کیا مانگتے ہیں کہ ندوۃ العلماء نے اسے نظر قبولیت سے دیکھا ہے" اور چند سطروں کے بعد پھر اسی کا اعادہ ہے۔

جناب من! ندوۃ العلماء نے جس بنیاد پر نظر قبولیت سے دیکھا ہے اوس کی اصلی وجہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اب رہا قرآنی عالم کی شہادت سو اس کی بابت ہم کو مفصل شہادت درکار ہے یعنی بمعہ قدیم تفسیروں کے حوالہ جات کے نہ کہ صرف علماء کے تبرکاً دستخط۔

علاوہ ازیں مولوی ثناء اللہ صاحب بھی تو ایک قرآنی عالم بلکہ مفسر ہیں اونہوں نے جو اس کتاب کے مضمون کو **خلاف قرآن** کے ظاہر کیا بدیں الفاظ کہ "اسلام اور قرآن میں کہیں اس (کتاب کے مطلب) کا ذکر نہیں" اور اس سے جو شکوک اس کتاب کے مستند ہونے پر ایک شخص ثالث کو پیدا ہوئے یا ہو سکتے ہیں ان کا دفعیہ آپ کے حق گو دوست (مصنف المنصف) یا سند دینے والے آپ کے بزرگوار علماء کی مجلس - یا کم از کم ان کے حمایتی آپ ہی نے اب تک کب کیا؟ شفق من! پہلے اپنے گھر ہی میں نمٹ لئے ہوتے تب مجھ سے دست و گریباں ہونے کے لئے پیشقدمی کرتے -

اس کے آگے ہم کو اوس کتاب (المنصف) کی مدلل تردید کے لئے جابجا چیلنج دیا گیا ہے کہ "اگر آپ اس کی مدلل تردید کریں گے **تو ہم بھی تفاسیر معتبرہ و علماء بزرگوں کا پورا پورا حوالہ دیں گے"**

جنابمن! ابھی تو ہم نے اس کتاب کی تالیف و تصدیق ہی کی پوزیشن پر کچھ سرسری طور پر نکتہ چینی کی ہے جس سے آپ اس قدر گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ خدا جانے کیا اناپ شناپ لکھ رہے ہیں۔ مثلاً اوپر کے فقرہ میں آپ تفاسیر معتبرہ کے حوالہ دینے کا وعدہ فرماتے ہیں مگر اسی کی چند سطروں کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ "**کیونکہ یہ دلایل اور کسی مفسر کے دماغ میں نہیں آئی تھی**" کیا باعث کہ کوئی بید کی حقیقت سے آگاہ نہ تھا اب بقول شخصے گھر کا بھید ہی لنکا ڈھائی الخ" جس سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے مصنف المنصف کے .... یہ تاویلیں اب تک اور کسی مفسر نے نہیں تراشیں پس معلوم نہیں ہوتا کہ تفاسیر معتبرہ کے حوالہ دینے کا وعدہ آپ کا کیا معنی رکھتا ہے - ذرا مہربانی کر کے سمجھائیے گا کہ ان دونوں فقروں میں سے کون سا صحیح ہے؟

رہا اوس کتاب کی تردید کی بابت سو جبوقت مصنف پوری کتاب تمام کر لے گا - جیسا کہ اوس نے اعلان کیا ہے اوسوقت پوری توجہ کیجاوے گی آپ خاطر جمع رکھیں حالانکہ اوس کا اعتراضات قرآن مندرجہ ستیارتھ پرکاش کے ابتدائی سلسلہ کو شکست کر کے بیچ سے دو فقروں کا لے اوڑتا یہہ بدگمانی ضرور پیدا کرتا ہے کہ ابھی صرف

طبع آزمائی ہو رہی ہے خیر جس وقت پوری کتاب سامنے آوے گی یا یہ یقین ہو جائیگا کہ آپ مصنف مزید کھینچ تان سے عاری ہے اوس وقت دیکھا جائے گا۔

اس کے بعد آپ نے ستیارتھ پرکاش سے چند فقرے انتخاب کر کے یہ دکھلایا ہے کہ ہم نے جو مصنف کی سخت کلامیوں کا نمونہ پیش کیا تھا۔ ویسے ستیارتھ پرکاش میں بھی ہیں۔ مگر ہمارے دوست کو یہہ معلوم نہیں کہ ہمارا مطلب مصنف کے ایسے فقروں کے پیش کرنے سے سخت کلامی کی شکایت نہیں تھی بلکہ یہہ دکھلانا تھا کہ یہی آریوں کے مقابل میں مغلظات ہیں جنہوں نے اس کتاب کو علمار کی نظر قبولیت بخشی ہے جیسا کہ ہم اوپر مفصل لکھ آئے ہیں ایک عقلمند کا قول ہے کہ دوست تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک دوست دوسرا دوست کا دوست اور تیسرا دشمن کا دشمن پس چونکہ مصنف صاحب آخرالذکر قسم کے دوست تھے لہذا کیا وہ ہماری اس سند سے بھی محروم رہتے ورنہ بھائی صاحب جیسا کچھ علمار نے اس کتاب کے مضامین کو سمجھا ہے وہ معلوم۔ بھلا سچ بتائے گا کہ کیا آج تک کسی اور بھی ایسی کتاب پر جو "شری گنیش آئیمہ" سے شروع ہوتی ہو آپ کے علمار نے کبھی صداقت کی مُہر ثبت کی ہے۔؟

اس کے بعد ہم کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ "آپ اسناد عطا کرنے والوں کو بید سے متفق ہونے نہ ہونے کی تیغ لگاتے ہیں اگر آپ سمجھ دار ہوتے تو سوچ سکتے کہ جس خاص مسئلہ کی بابت اونھوں نے سند دی ہے وہ درست ہے باقی جواب جب ملاحظہ کریں گے تو رائے دیں گے۔"

دیباچہ جو مصنف نے لکھا ہے اوس سے کسی کو سروکار نہیں بلکہ ان کی سند کی تحت ہیں صفحہ ۵ سے مضامین شروع ہوتے ہیں نہ کہ دیباچہ جس میں حق گو نے اپنی ذاتی رائے درج کی ہے"۔

حضرت! میں نے وید سے متفق ہونے نہ ہونے کی تیغ نہیں لگائی تھی بلکہ پوچھا تھا کہ اون کو کہاں تک اتفاق ہے اگر بقول آپ کے سند عطا کرنے والے صرف اس خاص مسئلے سے متفق ہیں تو کیوں نہیں اپنی سند میں اوس کو صاف کر دیا اب رہی یہ بات کہ دیباچہ

سے سند عطا کرنے والوں کو کچھ سروکار نہیں یہہ بھی سند کے الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتا کہیں اگر آپ کا یہ عذر مان بھی لیا جائے تو بھی اوس کتاب کا تمام مضمون پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ مصنف نے وید و قرآن کو ایک دکہلانیکی کوشش کی ہے اور اس پر آپ کے علماء کی سند ہے پس اب آپ ہی غور فرما کر اپنے کانشنیس سے پوچہئے گا کہ کہاں تک ہمارا اعتراض غیر واجب ہے؟۔

اس کے بعد آپ ہمارے مضمون پر فرماتے ہیں کہ "دراصل ہیں سالگرام دیانندی کا علماء اسلام کی ہتک وغیرہ کرنے کا مطلب تھا اور نیز یہہ کہ یہ کتاب کسی طرح طبع نہ ہوتی جس سے کہ پردہ فاش ہوا"...... "اور سناتن دہرمیوں کو بہکانے کی کوشش کی ہے وغیرہ وغیرہ"

بندہ نواز یہہ آپ کی بدگمانی بالکل بے بنیاد ہے میں کسی مذہب کے علماء کی ہتک کرنا نہایت بیہودہ اور کمینہ حرکت خیال کرتا ہوں ؎

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ہاں میں نے اون کی تصدیق پر کچھ نکتہ چینی ضرور کی ہے کہ جس کے مفصل وجوہات میرے مضمون میں قلمبند ہیں اور نہ صرف میں نے بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی جسپر آپ بالکل خاموش رہے۔

یہ بات کہ اس کتاب کے طبع ہونے سے ہمارا کیا نقصان ہوا اور سناتن دہرمیوں کے روکنے سے ہم کو کیا فائدہ ہوگا اس کی بابت ہم نے اپنے پہلے ہی مضمون میں واقعات کی بنا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ باوجود اس کتاب کے شائع ہونے کے بھی آریہ سماج روز افزوں ترقی کر رہا ہے اب رہے ایسے سناتن دہرمی جن میں سے ایک نے کتاب زیر بحث (المنصف) لکھی ہے اون کا ساتھ آپ ہی کو مبارک رہے ہم ایسے سناتن دھرمیوں سے باز آئے ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔

اب اِس کے بعد ہم آپ کے اوس مضمون پر متوجہ ہوتے ہیں جسے آپ نے ہماری کھلی چٹھی کے جواب کا عنوان دیا ہے۔ جناب معاف کیجئے گا اس میں تو آپنے ذرا بھی ہوش سے کام نہیں لیا ورنہ اس قدر نہ بہکتے کاشکہ آپ ہماری چٹھی کو

لفظ بہ لفظ نقل کر کے اپنا جواب شائع کرتے تاکہ ناظرین انوار الاسلام کو آپ کے "سوال از آسمان و جواب از ریسمان" کی نامہ نگاری کا صاف صاف پتہ لگ جاتا۔ میں نے اپنی چٹھی میں ایک ایسے شخص کو مخاطب کر کے جو وید اور قرآن کے متحد ہونیکا مدعی ہے یہ پوچھا تھا کہ کیا تناسخ کا مسئلہ بھی جو وید کی خاص تعلیم ہے۔ قرآن میں ہے-؟ میں نہیں سمجھتا کہ آپکو اس چٹھی کے جواب لکھنے کا کیا حق حاصل تھا اور اگر آپ نے لکھا بھی تو کیا؟ ہاں آپ کا جواب بطور ایک علحدہ مضمون کے ضرور ہے جس کے الفاظ سے قطع نظر کر کے ہم صرف اوس کے مطلب کا اقتباس بہ معہ اپنے جواب کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اس کو اپنی چٹھی کا جواب نہیں سمجھتے بلکہ آپ کی ایک اور مجمل چٹھی خیال کرتے ہیں اس لئے آپ کی چٹھی کے انتخاب کو **کاتب** اور اپنے جواب کو **مکتوب الیہ** کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

وہوہذا

کاتب "ایسے ایسے عقل کے پتلے بھی موجود ہیں جو فریق ثانی کا ایک لفظ بھی قابل اعتراض دیکھ کر اوسے ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔"

مکتوب الیہ لفظ نہ کہئے فقرہ کہئے بعض فقرے ایسے ہی بنیادی ہوتے ہیں۔ جن پر سارے مضمون کا دارومدار ہوتا ہے۔ آپ اپنی عقل سلیم سے پوچھ کر ایمان سے بتلائیے گا کہ مصنف کی اس بنیادی فقرہ پر کہ "وید و قرآن ہم معنی ہیں" جو ہم نے جرح کیا تھا اوس کا آپ نے کیا جواب دیا؟

کاتب "شاید دل دکھانا دیانندی اصطلاح میں مارنے کے مترادف ہوگا"

مکتوب الیہ اس فقرہ کا جواب اوس کتاب کو دیکھ کر حاصل کر لیجئے جو جہاد کی تعلیم دیتی ہو اور نہیں تو آریہ مسافر کے قتل کا واقعہ ہے جس سے بڑھ کر بزدلانہ اور کمینہ حرکت دوسری نہیں ہوسکتی اس امر کا پورا پورا تصفیہ کر رہا ہے۔

کاتب "ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ جو قرآن میں سچ ہے وہ ویدوں کے مطابق ہے مگر پھر بھی قرآن کو سراسر جہالت کی کتاب لکھدیا اس کا مطلب کُھلی چِٹھی لکھنے سے پہلے آپ نے کیا سمجھا ہے ذرا میگزین ہی کے ذریعہ سے آگاہ کیجئے"

مکتوب الیہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح پانی میں ایک قطرہ دودھ ملا دیا جاوے تو کوئی بھی عقلمند اوس کو دودھ نہ کہے گا بلکہ رسمی طور پر سراسر پانی ہی بتلائیگا کیونکہ اوس سے دودھ کی خاصیت کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا اسی اصول پر سوامی جی نے بھی لکھا ہے لیکن اس جواب سے اگر آپ کو تسلی نہ ہو تو ایک تمثیل یہ ہے کہ جس طرح آپ نے مصنف المنصف کو باوجود دیباچہ میں جو اوس نے لکھا ہے اوس سے آپ کو اتفاق نہیں جابجا حق گو کے الفاظ سے یاد کیا ہے حالانکہ وہ اپنے دیباچہ کی عبارت سے کسی قدر بخیال آپ کے ناحق گو بھی ہے اوسی طرح اس کی بابت بھی سمجھ لیجئے گا۔

کاتب شاید آپ آریہ مسافر کی تصنیفات سے تناسخ کا ثبوت مانگتے ہوں گے جس نے قرآن کی آیت والطیبٰت الخ کا غلط ترجمہ کیا۔

اوہو! خوب یاد آیا مولوی ثناء اللہ صاحب کا رسالہ بحث تناسخ بھی جواب کے لئے للکار رہا ہے مرد میدان بنو اور تردید کرو"

مکتوب الیہ مولوی صاحب کا رسالہ جسے آپ نے "اوہو" کے ساتھ خوب یاد کیا ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے اور آپ کی اس تحریر کی پہلے ہی سے اوس کا جواب لکھنا شروع ہو گیا ہے اور عنقریب نیاز مند ہی کے قلم سے شائع ہو گا اوس میں آپ کی آیت متذکرہ صدر کی پوری پوری چھان بین ہو گی خاطر جمع رکھئے۔

کاتب "ابھی تو المنصف کا ایک ہی جواب شائع ہوا ہے جس وقت سب اعتراضات کے جواب اس وزن پر آئے تو پھر معلوم ہو جائے گا کہ آپ کس برتے پر کھلی چٹھی لکھتے ہیں" **مکتوب الیہ**۔ اسکا جواب پہلے ہی آچکا ہے۔

(آپ کا صادق۔ سالگرام از الہ آباد)

النذیر کی بے تکی تحریر

ناظرین والاتمکین کمترین نے النذیر جلد ۲ کے نمبر ۲ کو پڑھنے کے لئے اُٹھایا ہی تھا کہ صفحہ ۱۹ کے خاتمہ پر ایک مضمون بعنوان "ایک سناتن دھرمی اُپدیشک کے سوالونکا جواب" نظر آیا جس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ "سوال از آسمان، وجواب از ریسمان" ہی کے حسب حال ہے۔ یا یوں کہئے کہ "دیکھو عقدِ ثریا سے انگور کی سوجھی"۔ اس کے حسب مقال۔

اگرچہ ہم کو سناتن دہرمی مہاشیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے الا چونکہ سوالات مہاشیہ مذکور مسئلہ تناسخ کے متعلق ہیں اور مسئلہ متنازعہ فیہ میں ہمارا اور پوراتک صاحبان کا مسئلہ اتفاق ہر نظر رہا اپنے معصر موصوف کی بیجا تحریر کی تنقیح بدلایل قاطع لازم وواجب معلوم ہوئی۔

تفصیل سوالات اُپدیشک صاحب سناتن دھرمی

(۱) قرآن کا خدا رحیم ہے یا ظالم۔

(۲) جو جنم کے اندھے لنگڑے لنجے ہیں اونھوں نے خدا تعالیٰ کا کیا قصور کیا تھا جو اندھے لنگڑے لنجے پیدا ہو گئے۔

(۳) قرآن شریف میں محمد صاحب کے واقعات ہیں جو کہ قرآن شریف کے تواریخی کتاب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ان کے بیان کرنے میں خدا تعالیٰ نے کیا بھلائی دیکھی تھی۔

جواب سوال نمبر ۱۔ از جانب النذیر۔ "قرآن شریف کا خدا زمین آسمان کا خدا ہر چیز کا مالک قرآن کریم سے رحیم ثابت ہوتا ہے۔ نہ ظالم پڑھو آیہ شریفہ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوراً رَّحِیماً۔ ترجمہ بیشک ہے اللہ تعالیٰ معافی دینے والا نہایت مہربان"۔

وَاَنَّ اللّٰہَ لَیسَ بِظَلَّامٍ لِّلعَبِید۔ ترجمہ۔ لاریب اللہ تعالیٰ اپنے پو جاریوں پر ظلم کرنیوالا نہیں

محاکمہ

ایک نہ شد دو شد۔ کیا بجہ اخفائے واقعات ظلم و جبر (جو قرآن میں جابجا تفصیل کے
ساتھ درج ہیں اور جو تعداد و شمار میں ایک یا دو ہی نہیں بلکہ کثرت سے اظہار ہیں)
قطع نظر دیگر واقعات کے طوفان نوح کو ہی ملاحظہ فرمایئے۔ کہ جس میں انسان تو
کیا بلکہ جملہ حیوانات و نباتات تک پر وہ ہاتھ صاف کیا کہ نعرہ الحذر والامان
اہالیان زمین سے بلند ہوا۔ مگر اوس سخت دل کو ذرا بھی رحم نہ آیا۔ یہانتک کہ معصوم
بچوں۔ بیواؤں اور یتیموں بیچاروں و بیکسوں غریب مفلسوں اور بے زبان
غیر موذی حیوانوں تک پر رحم تک کو کام نہ فرمایا۔ ادہر حضرت آدم کو مجبوری
کی حالت میں بہشت سے ادنیٰ سی غفلت پر باہر نکال کر کھڑا کیا۔ حضرت معلم الملایک
کو جو کہ نہایت ہی ذکی و فہیم اور پکا موحد تھا۔ آدم کے بت کو سجدہ نہ کرنیکی
وجہ سے ملعون ٹھیرایا۔ اور ایک ایک انسان کے پیچھے کئی کئی شیاطین چمٹائے
کراماً کاتبین پیچھے لگائے۔ ایوب کو بے خانماں کیا۔ فرعون کا دل سخت کر کے
غرق بجرم عصیاں کیا۔ کفار کے کانوں پر مہریں لگائیں۔ غیر موذی دواب
(جن سے کہ نوع انسان کو انواع و اقسام کے فواید بہم پہنچتے ہیں) کے ذبح کا
ارشاد فرمایا اور انہیں حلال و طیب ٹھیرایا۔ اور موذی حیوانات درندہ شیر
و بھیڑیئے و چیتے و حشرات الارض سانپ و بچھو۔ زنبور وغیرہ وغیرہ موذی حیوانات
حرام ٹھیرا کر وغیرہ کی تکالیف ذبح سے بچایا۔ گویا کہ اول الذکر پر بوجہ موجب
ظلم اور موخر الذکر پر بے سبب اور بیجا رحم کو کام میں لایا۔ بنظر اختصار انصاف
پسندی ہی واقعات موجودہ کافی و وافی ثبوت قرآنی و اسلامی خدا کے جابر
و ظالم ہونے کے لئے کافی ہیں۔ بہتر ہوتا کہ ہمارے ہمعصر قتل الکافرین و منافقین
وغیرہ وغیرہ جہادی و عنادی آیات کو بھی ان ہر دو آیات پیش کردہ کے ضمن
میں اگر درج فرما دیتے تو پھر دیکھتے کہ آپ کا جواب کس نتیجہ پر پہونچتا۔
پس ایک دو آیات و بھی روایات کو اقتباس کرنے سے ہرگز یہ نتیجہ نہ نکل سکیگا

کہ فی الحقیقت قرآنی کبریا رحمان و رحیم ہے جب تاک ظلم و جبر کے واقعات اور قہار و جبار کے خطابات کو یک قلم قرآن سے علیحدہ نہ کر دیا جاوے۔

دوم یہ محض قرآن کا دعوئی ہی ہے کہ خدا رحمان و رحیم ہے اس کی تائید کسی شہادت خارجی یا داخلی سے نہیں ہوتی۔

سوم جس حالت میں قرآن باواز بلند پکار پکار کہہ رہا ہے کہ۔ دین بالجبر کے پھیلانے میں قتل و غارت کرو۔ کافروں کی دولت اور عورت تمہارے حق میں شیر مادر ہے یعنی حلال ہے۔ ان کو لوٹو اور مارو جس جگہ کہ پاؤ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مذہب اسلامی کی ترقی کسی جا پر بھی بہ اخلاص محبت یا بہ واعظ تلقین ہوئی کسی مخالف کو بھی کبھی کسی دلیل سے قایل کر کے مایل اسلام بنایا۔ پس جب یہ بات مثل روز روشن مبرہن ہے کہ ع۔ گلِ قرآن میں بوئے رحم نہیں بالکل۔ تو کیوں بے فائدہ حق پسندوں کی بلاوجہ مخالفت کرتے ہیں۔

علاوہ بریں اگر آپ کو علم ہیئت سے ذرا بھی آگاہی ہوتی تو معلوم ہو جاتا کہ آپ کس وہم باطل میں پڑے ہوئے ہیں بھلا آپ یہ تو فرمائیے کہ خدا کو زمین کا مالک کہا تو بجا کہا۔ مگر جب کہ آسمان کوئی مجسم شے ہی نہیں بلکہ یوں کہیے کہ قرآن جس شے کو آسمان لکھتا ہے۔ اسکا کوئی وجود نہیں تو فرضی آسمان کے مالک خدا کی ملکیت بھی فرضی ہوئی نہ کہ اصلی۔ کیا خوب خدا کی ایسی ہیئت دانی پر آپ کو فخر مبارک رہے۔ ہمارا تو ایسے قرآن اور خدا دونوں کو سلام ہے۔

(جواب سوال نمبر ۲۔ از النذیر) جو جنم کے اندھے اور لنگڑے اور لنجے ہیں۔ انھوں نے خدا تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اور قصور بھی کوئی نہیں کیا تھا۔ جس کے باعث وہ باغ دنیا میں اندھے وغیرہ پیدا کئے گئے بلکہ اس باغ لگانے والے نے ہر شی کو اپنے فہم اور شے کے قرینہ کے موافق لگایا ہے الخ

محاکمہ

کیوں صاحب جب کہ بقول آپ کے ارواح انسان نے خدا کا کچھ بگاڑا ہی نہیں۔

اور نہ کوئی قصور ہی کیا۔ بلکہ اوس باغ لگانے والے نے ہر شے کو اپنے فہم اور قرینہ کے موافق لگایا ہے۔ سچ فرمائیے کہیں وہی تو فہم اور قرینہ اختیار نہیں کیا جسکا نتیجہ کہ باغ عدن میں نیکی و بدی کے شجر نصب کرنے کی بدولت ...... حضرت آدم کو نصیب ہوا۔ یا کہیں اوسی عقل کل کی عقل و فہم پر تو آپکا یہ فخر نہیں ہے کہ جسنے کار فرما کر معلم الملکوت کو وجود عطا کیا۔ کہ جس نے اوس کے پاک بندوں کو ابد تک داخل جہنم کرنیکا اجارہ لے لیا۔ اور کیا اوسی فہم پر شیطان کو سجدہ آدم کا آرڈر دیا تھا یا کسی اور پر قطع نظر اس کے موجودہ اختلاف حالت کی صورت میں جو افعال قبیحہ و اعمال شنیعہ بعض حضرات انسان سے ظہور میں آتے ہیں وہ یا خاص احباب مقدرت جن اسباب سے لازمی طور پر صواب کماتے ہیں۔ تو بحالت مجبوری و بیچارگی بقول سعدی شیرازی کہ ؎

گرچہ تیر از کمان ہمیں گذرد — از کماندار بیند اہل خرد

اُن کو سزا و جزا کا مستوجب کیوں ٹھیرایا۔ اور کیوں بلاوجہ بہشت و دوزخ کا اہتمام کیا۔ کیونکہ انسان اچھی اور بری حالت میں پیدا ہوئے اور بہ اغوائے شیاطین گناہ و خطا کرنے میں مجبور محض پایا گیا۔ نہ کہ آزاد و فعل مختار پس جب کہ وہ کوئی کام بہ نیت مجرمانہ یا مصلحانہ آزادانہ کرتا ہی نہیں تو پھر اپنے گناہ و صواب کی سزا و جزا کا مستحق کیوں ٹھیرایا گیا۔

رہی آپ کی تمثیل شجر و ثمر و سنگ و شرر از قسم نباتات و جمادات وہ کسی طرح اختلافات حالاتِ انسانی و حیوانی کے مطابق نہیں مانی جاسکتی۔ کیونکہ کجا یہ مدرک بالذات و محرک بالالآت تمتعات حیات سے بہرہ ور۔ کجا وہ غیر مدرک محروم الحیات کہ جو اختلافِ موجودہ کی تکالیف اور آرام کو محسوس کرنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔ اور نہ نیک و بد اعمالوں کے جوابدہ و ذمہ وار ہیں نہ آپ اعمال سابقہ کے نتائج اس اختلاف حالات کو تصور فرماتے ہیں اور نہ اُس فہم باریتعالیٰ کو کہ جس سے اُسنے ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح بلاوجہ موجہ کسی کو تندرست اور کسی کو بیمار اور کسی کو سُست اور کسی کو چالاک کسی کو بینا اور کسی کو نابینا کسی کو مفلس کسی کو گدا اور کسی کو ایک شہنشاہ کے گھر میں پیدا کر دیا اور آپ کے خیال مبارک میں کوئی ظاہرا خوبی اس قسم کے فہم اور قرینہ کے متعلق ہو تو ضرور تحریر میں لاکر ناواقف پبلک پر احسان فرمائیے اور

اگر وہ خوبی در حقیقت آپکے بھی خیال شریف میں نہیں آتی تو عبث تیر در تاریکی نہ چلائیے۔ اور خواہ مخواہ ناواقف لوگوں کو پنجۂ جہل میں نہ پھنسائیے بلکہ صاف طور پر اقرار کیجئے کہ بحالتِ انکار تناسخ اس سوال کا کوئی طمانیت بخش جواب نہیں مل سکتا۔

(جواب سوال سوم از النذیر) قرآن شریف مومنوں کی ضرورت حقہ کے لئے نازل ہوا چنانچہ خود اسکا بیان ہے۔

وبالحق انزلناہ وبالحق نزل - حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کہ سید الاولین والآخرین اور اول المومنین ہیں آپ کو جو ضرورتیں پیش آئیں اُن کے لئے بھی احکام الٰہی برابر نازل ہوئے اس سے وہ تواریخی کتاب نہیں ہو سکتی بلکہ مومنوں کی ضرورتوں کو پورا کرنیوالی کتاب ثابت ہوتی ہے کہ جس سے اسکا کلام الٰہی ہونا اور ضروریات دین کا تسکل کننا اور تمام کرنیوالا ہونا پایا جاتا ہے۔

محاکمہ

براہ مہربانی ذرا اس اجمال کی تفصیل بھی کر دیتے کہ وہ ضرورت حقہ مومنین کیا تھیں۔ آیا یہی کہ احکام کثرت ازدواج قتل و غارت خلق اللہ و ہوس ملک گیری اور غنیمت کے مال کی تقسیم کے قواعد۔ اور جبراً و قہراً نوع انسان کو بیدریغ تہہ تیغ کر کے زمین کو آلودہ خون بنانا اور جو اطاعت قبول کرے اوس کو مسلمان بنانا۔ اور مومنوں کے خیالی بہشت کے خیالی حور و غلماں کی طمع دلانا۔ یا کہ کچھ اور بھی؟

ہمارے خیال میں تو قرآن میں ایک بھی ایسی اچھی بات نہیں کہ جو دیگر مذاہب کی کتب مستندہ و متبرکہ میں نہ ہو۔ اور قرآن میں النادر کالمعدوم کا حکم رکھتی ہو۔ قصہ جات بے معنی اور لغویات فرضی و حکایات وہمی سے تو کسی کو بھی انکار نہ ہوگا اور اگر درحقیقت ہے تو امید ہے کہ ہمعصر موصوف ضرور معرض تحریر میں لاکر اپنے قرآن کی شان کو بڑھا دینگے۔ اور حق پسندوں سے جواد چاہیں گے فقط (کمترین بنواری لال)

حیات الشیطان

(۱) ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جنوں کے باپ کا نام سوما ہے اور جان اُسکا لقب ہے۔ اور آدم کے سفرنامہ میں لکھا ہے۔ کہ جان کا نام طارتوش تھا۔ جب اُسکی اولاد اور بچے پوتے دُنیا میں بہت بڑھ گئے تو خدا نے اُنکو شریعت عطا فرمائی اور سب کو اپنی اطاعت پر مامور کیا۔ طارتوشش اور اُس کی اولاد اور اُس کے پیرو کار اُس شریعت پر چلتے تھے۔ اُنکی زندگی بڑے عیش و آرام سے کٹتی تھی۔ یہانتک کہ ستارونکا ایک دورہ پورا ہوگیا۔ اس کے بعد وہ سب سرکش و باغی بنگئے۔ اور آپس میں جلنے اور تکبر کرنے لگے۔ ستاروں کے ایک دور کا زمانہ حکمار اوائل کے نزدیک ۳۶ ہزار سال ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک ۲۵۲۰۰ سال کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ محیّ الدین کہ جسکا قول متاخرین کے نزدیک حجّت یعنی مستند بالقطع ہی ۷۲ ہزار سال اس گردش کا زمانہ مانتا ہے۔ غرضیکہ جب وہ دور ختم ہوگیا۔ تو خدا نے اُن سب کو خوفناک عذاب میں مبتلا کیا لیکن اس قوم کے ناتوانوں کو جو بندگی کے طریق پر ڈٹے رہے تھے۔ امان دی اور اُنہی میں سے ایک شخص کو جسکا نام جلیانُش تھا اُنکا سردار بنایا اور نیا ہدایت نامہ شریعت اُنکو عطا کیا۔ جب ستارونکا دوسرا دور ختم ہوگیا۔ تو وہ بھی اس سبب سے کہ پیدائش ہی سے وہ قہار پیدا کئے گئے تھے۔ نافرمان اور غدار بن بیٹھے۔ اسواسطے خدا کا حکم ہوا۔ کہ اُنکو فنا اور نیست و نابود کیا جائے۔ جو لوگ باقی بچے اور خدا کی بندگی پر مستقل رہے۔ اُنکو قہر الہی سے امان ملی۔ اور اُن میں سے ایک شخص کو جسکا نام بلیقا تھا اُنکا حاکم مقرر کیا گیا۔ جب تیسرا دور ختم ہونیکو آیا۔ تو اُنھوں نے پھر سر اُٹھایا۔ خدا نے پھر اُنپر قہر نازل کیا اور اُن سے سخت بدلہ لیا۔ اور جو بھلے مانس اُن میں تھوڑے سے بچے۔ وہ کچھ عرصہ پاکر بیشمار بڑھ گئے اُن میں ایک شخص ہاموس نامی تھا۔ کہ فضیلت و دانائی و صلاح و بھلائی میں گرامی تھا۔ اُنکا سردار بنایا گیا۔ وہ مدتوں نیکی و بدی و ہدایات شرع کی تعلیم دیتا رہا۔ ازاں بعد وہ رب العالمین کی رحمت میں سما گیا اُس کے بعد جنوں کی شریر قوم پھر باغی ہوگئی۔ خدا تعالےٰ نے رسول بھیجے لیکن اُنہوں نے اُنکی کسی نصیحت و فہمائش پر خیال نہ کیا۔ اور اُنکا کہنا خاطر میں نہ لائے یہانتک کہ جو تھا دور بھی ختم ہو لیا۔ خدا چاہتا تھا کہ نئی دُنیا بنائے اور اِن سب کا کھُر کھوج مٹائے اس لئے فرشتونکا ایک گروہ اُنکی گوشمالی و پاداشش و جنگ کے لئے نامزد ہوا۔ اور وہ آسمان سے اُترے اور جنوں کے ساتھ بڑی بھاری لڑائی ماری۔ یہانتک کہ اُنہوں نے بہتیرے جن قتل کرڈالے۔ جو بچے کھچے وہ جزیروں و جنگلوں میں بھاگ گئے۔ اور جو ابھی بچے تھے اور جنھیں کچھ عقل و شعور نہ تھا۔ فرشتوں نے اُنہیں قید کرلیا۔ اُن قیدیوں میں ابلیس بھی تھا۔ فرشتے اُسکو اپنے ساتھ آسمان پر لے گئے۔ وہ اُن میں رہنے سہنے اور پرورش پانے لگا۔ اُسکا فہم دن بدن ترقی پر تھا۔ یہانتک کہ وہ فرشتوں کی تعلیم پر مقرر ہوگیا۔

کلمتہ الاطائف کے مصنف نے لکھا ہے۔ کہ اُس کے اُپدیش کا اکھاڑہ خدا کے تخت کے نیچے جمتا تھا۔ وہ جب یاقوت کے منبر پر کھڑا ہوتا تھا تو روشنی کا جھنڈا اُس کے سر پر نصب کیا جاتا تھا۔ اُسکی مجلس میں اتنے فرشتے اکھٹے ہوتے تھے۔ کہ اُنکی تعداد سوائے خدا کے اور کسی کی گنتی میں نہ آتی تھی۔ جب اوسکو عبادت الٰہی کرتے کرتے سالوں گزر گئے۔ تو آخر عرصہ میں جنوں کی اولاد پھر بہت بڑھ گئی اور اُن سے جزیرے اور ویرانے اور تمام اُجاڑیں بھر گئی تھیں اور چاروں طرف دُنیا کے پھیل گئے تھے۔ خداشناسی اور خدا کی عبادت اُنسے دُور ہو گئی تھی۔ ابلیس نے خدا سے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور اُنکو کچھ سمجھاؤں بجھاؤں شاید کہ وہ مان جائیں۔ خدا نے کہا اچھا۔ وہ فرشتوں کا لشکر لیکر آسمان سے اُترا۔ جنونکی چند تابعداروں نے اُس کی بڑہ بڑہ کر خدمت کی اُس نے ایک بھلے مانس کو جسکا نام سہلوب بن ملاتب تھا۔ ایلچی بنا کر جنوں کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ اُنکو مذہب کی پیروی کی ہدایت دیوے۔ ایلچی بیچارہ گیا۔ اور جیساکہ عزازیل نے کہلا بھیجا تھا۔ سب کچھ اُن سے جا کر کہا۔ وہ جل بھنکر کوئلے ہو گئے۔ اُسکا ایک بھی کہنا نہ مانا۔ بلکہ اُسکو وہیں مار ڈالا۔ ابلیس کو اس معاملہ کی خبر نہ تھی۔ جب مدت تک رسول واپس نہ آیا تو ابلیس بہت جھنجلایا۔ دوسرا ایلچی پھر روانہ کیا۔ اُنہوں نے اُسکو بھی وہیں کھیت رکھا۔ عزازیل پے درپے ایلچی بھیجتا تھا اور وہ نالایق اُسے مار ڈالتے تھے۔ آخرالامر یوسف بن یاسف کو بھیجا۔ جب وہ اپنے لوگوں میں پہنچا تو اُنہوں نے ارادہ کیا کہ اُسکو بھی مار ڈالیں۔ وہ بیچارا بڑے بڑے داؤں اور پیچوں سے موت کے پنجے سے چھوٹا اور چھوٹتے ہی واپس بھاگ آیا۔ یہاں آنکر اُس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اور سب حال و حقیقت بیان کی۔ عزازیل فرشتوں کی فوج لیکر خدا کی بارگاہ سے نکلا۔ اور اپنا لاؤ لشکر لیکر جنوں پر چڑہ گیا۔ اور جا جنگ مارا۔ بہتیرے دُشمنوں اور باغیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور مار ڈالا۔ جو لوگ اُسکی تلوار سے بچے وہ اِدہر اودہر بھاگ نکلے۔ جب ابلیس نے جنوں کا اسطرح خاتمہ کر دیا۔ تو اُس نے وہاں اپنی مستقل ریاست وحکومت جمالی۔ اور اُسکی حکومت کا پھریرا چاروں طرف لہرانے لگا۔ اور نشاں ہ دولت اپنی بہار دکھانے لگا یہانتک کہ وہ خودسر بن بیٹھا۔ اور کہنے لگا کہ میں ہی ہوں دوسرا کوئی نہیں۔ اُس نے یہ بات پکّی کر لی۔ کہ اگر خداوند تعالیٰ اتنی بڑی سلطنت کسی اور کو دیگا۔ تو دینے نہ دونگا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو کمالات علمی اور عملی میں یکّہ جانتا تھا۔ اور امور سلطنت میں کسی کو اپنے سے بڑہکر لایق نہ سمجھتا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ دانائی کے تکّبر کا بخار اُس کے کاخ دماغ میں ایسا چڑہا کہ کبھی وہ آسمان پر چڑہتا تھا اور کبھی زمین پر اُترتا تھا۔ اور یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ تکّبر ایکدن غضب ڈہائیگا اور اُس پر تباہی لائیگا۔ اکثر بڑی بڑی شیطانیاں کرتا اور تخیلات نفسانی میں پھنسا رہتا تھا۔ اپنی بزرگیاں جتاتا تھا اور اُسپر دلیلیں اور حُجّتیں لاتا تھا۔ اور بڑی آن وبان اور سج دہج سے فرشتوں میں بیٹھتا۔ اور اپنی دانائی پر فخر کرتا تھا۔ ایکدنکا ذکر ہے کہ چند فرشتے لوح محفوظ دیکھنے کے لئے گئے جب واپس آئے۔ تو ابلیس نے اُن کے چہرے اوداس اور غمگیں پائے۔ فرشتوں سے پوچھنے لگا۔ کہ کیا ہوا تم اتنے اوداس کیوں ہو۔

اونہوں نے کہا کہ آج ہمنے لوح محفوظ میں ایسا دیکھا۔ کہ اب سے تھوڑے عرصہ بعد خدا کا کوئی صحبتی ہمیشہ کیلئے دھتکارا جائیگا۔ اور سرکشی میں مارا جائیگا۔ اس لئے ہم سب کو اپنی اپنی عاقبت کا فکر پڑ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا ہم میں سے کسی کو اس تباہی میں ڈالے اس لئے ہمارے ہوش وحواس اُڑ رہے ہیں۔ ابلیس نے کہا۔ کہ ایسی بیہودہ باتوں کو دل میں نہیں رکھا کرتے۔ کہ یہ بات ہمارے تمہارے ساتھہ ہی تعلق رکھتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ مجھے سالوں سے اس بات کی خبر ہے اور میں نے آجتک کسی سے نہیں کہی۔ ابلیس کو دیرینہ تجربہ تھا۔ اور کچھہ تکبّر کا بھی خمار تھا۔ اس لئے فرشتوں کی بات پر توجہہ نہیں کرتا تھا۔ اور اُنکی آہ وزاری پر میل نہ لاتا تھا۔ اس لئے ہمیشہ کے دُکھوں میں مبتلا ہوا۔ اور خدا نے اُس کی سب عزو قدر خاک میں ملادی۔ اور سراسر نقصان پہنچایا۔ قصہ اسطرح پر ہے :-

جب خدا نے دیکھا کہ زمین پر کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ جو وہاں جاتا ہے خود سر و باغی بن بیٹھتا ہے۔ تو خدا نے فرشتوں کو بلایا اور کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں دُنیا میں اپنا نائب بناؤں اور اس شیطان کو نیچا دکھاؤں کہو تمہاری کیا صلاح ہے۔ شیطان نے جواب دیا کہ جس شخص کو تو مٹی سے بنائیگا وہ کیونکر مجھہ سے افضل ہو جائیگا۔ کیونکہ خاک کثیف وظلمانی ہے اور آتش لطیف ونورانی اور روشنی کو اندھیرے پر ہمیشہ فضیلت ہے۔ میں کہ آگ سے بنا ہوں۔ اُس مٹی کے پتلے سے ہر طرح افضل ہوں۔ خدا نے اور فرشتوں سے پوچھا۔ اُنہوں نے بھی جنوں کی اولاد کا قصّہ جو یاد تھا کہہ سنایا کہ جسکو تو بناتا ہے وہی خرابی کرتا ہے۔ بھلا بتلا۔ کہ تو اُسکو جو خون کی ندی بہاوے اور دُنیا میں فساد کرے بنا کر کیا لیگا۔ حالانکہ ہم تیری پاکی بولتے ہیں اور تیری قدّوسیت کا دم بھرتے ہیں۔ تو جانے دے اس خیال کو اور نہ پیدا کر ایسے آدمی کو۔ خدا کو قدیمی علم تھا وہ جانتا تھا کہ اِن بیچاروں کو کیا خبر ہے۔ کہ آدم کسطرح کا مظہر کمالات الٰہی ومحل وودیعت اسرار بادشاہی ہوگا اسلئے کہنے لگا۔ ہاں ہاں مجھے سب کچھہ معلوم ہے۔ تمکو اس بات کی کیا سمجھہ ہے اور تم کیا جانتے ہو۔ غرضیکہ کچھہ نہیں جانتے۔ فرشتوں نے جب یہ بات سُنی تو وہ اپنی جرأت سے خبردار ہوئے۔ کہ ہم کیا کر بیٹھے۔ منتیں کرنے لگے۔ اور لگی بخششیں مانگنے۔ ابلیس اسی طرح اپنے اعتراض اور انکار پر ڈٹا رہا اور یہ بات داناؤں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو اُس نے سب چیزوں کے نام بالخصوص آدم کو سکھائے۔ اور پھر فرشتوں سے پوچھا اور آدم اور فرشتوں کا امتحان کیا۔ کیونکہ اُنکو آدم کے پیدا ہونے کیوقت یہ گمان تھا اور وہ آپس میں کہتے تھے۔ کہ ہمارا خدا جسکو پیدا کریگا اور جسکو مسند خلافت پر بٹھائیگا۔ وہ خدا کے نزدیک ہم سے زیادہ عزیز نہ ہوگا۔ اور اگر ایسا ہو بھی جاوے۔ تو ہم اُس سے زیادہ ہی عالم رہینگے کیونکہ ہمکو خدا کی عبادت کرتے اور خدمتیں کرتے سالوں گزر گئے ہیں۔ اور ہمنے خدا کی لوح محفوظ سے علم پڑھا ہے۔ اس کے بعد فرشتے جب ناموں کے بتانے سے عاجز رہ گئے۔ تو آدم نے پُر پُور سب بتا دیئے تو فرشتے سمجھے کہ فی الواقعہ فضیلت میں آدم ہم سے بڑہ گیا۔ اور اُن بیچاروں نے اپنے قصور کا اقرار کیا۔ کہ ہمکو کچھہ نہیں

آتا۔ اے خدا تو ہی سب کچھ جانتا بوجھتا ہے۔ ہمیں تو اتنی ہی عقل و علم ہے جتنا تو نے ہمیں بتا رکھا۔ الغرض جب آدم نے کہ ظاہری جمال اور معنوی کمال سے آراستہ تھا۔ اسقدر فروغیت پائی۔ تو خدا نے بڑے بڑے فرشتوں سے کہا کہ تم اس ذات کامل الصفات یعنی آدم کی تعظیم و تکریم بجالاؤ جسپر سب فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور تمام کے تمام آدم کے آگے اپنا ماتھا رگڑنے لگے۔ اور لگے باری باری سجدہ کرنے۔ لیکن ابلیس اُسی طرح سر ہلاتا رہا۔ اور نہ وہ اوندھا ہوا اور نہ اُس نے سجدہ کیا۔ خدا نے کہا کہ تو کافر ہے۔ اُس نے کہا اچھا۔ مجھے تو مہلت دے کہ میں انہیں سمجھاؤں اور جنکو تو پیدا کرے اُنکو راہ سے بھٹکاؤں اور گمراہ کروں۔ خدا نے کہا فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۔ کہ جا تجھکو مہلت دیگئی۔ لیکن خدا نے اُسی واسطے کہ اُس نے آدم کو سجدہ نہ کیا تھا۔ بہشت سے نکالدیا۔ اور کہا کہ تو ہمیشہ کے لئے پھٹکارا گیا۔ اور لعنت کا طوق تیرے گلے میں ڈالا گیا۔ اور تو مردود ہو گیا۔ نکل جا یہاں سے کہ تیرا یہاں کچھ کام نہیں۔ جہاں تیرے سینگ سمائیں وہاں چلا جا۔

راویوں نے خبر دی ہے کہ آدم کا دل جب وہ بہشت میں تھا۔ تو کسی یار و آشنا و صحبتی کے لئے لوچتا تھا۔ اُس نے خدا سے بڑی بڑی منتیں کیں۔ کہ جسطرح ہو سکے۔ مجھے کوئی صحبتی دے (شاید خدا کی صحبت سے گھبرا گیا تھا) خدا نے خواب کا بادشاہ اُسکے مُلک وجود پر بھیجدیا۔ اور اُس کے بائیں بازو سے حوّا پیدا کی کہ آدم کو خبر تک نہ ہوئی۔ جب آدم جاگا اور اُسنے حوّا کے چہرے کی روشنی اسطرح دیکھی۔ تو پوچھنے لگا کہ تو کون ہے اور کیونکر آنا ہوا۔ حوّا نے کہا کہ میں تیرے بدن سے پیدا ہوئی اور خدا نے مجھے تیری محبت کے لئے بنایا۔ اور تیری زوجہ قرار دیا ہے۔ آدم یہ بات سُنکر خوش ہو گیا اور لگا شکر کرنے۔ خدا کے حکم سے اُن دونوںکا نکاح ہو گیا اور کہتے ہیں کہ خطبہ اُن کے نکاح کا خدا نے پڑھا تھا (گویا خدا اُنکا قاضی تھا)

پھر آدم و حوّا بہشت کی سبزہ زاروں اور خوشبودار پھلواڑیوں اور باغوں میں رہنے لگے۔ حکم تھا۔ کہ بہشت کا جو میوہ چاہیں کھائیں۔ لیکن ایک درخت کو چھونے بھی نپائیں۔ عالموںکا اس بات میں اختلاف ہے۔ کہ وہ درخت کونسا تھا۔ کہ جسکے کھانے سے خدا نے منع کیا تھا۔ جو عام لوگوں میں مشہور ہے وہ تو یہی ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا۔ مسلمانوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب بہشت کے باغ اور گلزار اُن کے ہاتھ آئے۔ تو اُنہوں نے خوب مزے اوڑائے مطلق العنان ہو گئے۔ شیطان جسکو پھٹکار مل چکی تھی۔ اُسکو وہاں جانیکی سخت ممانعت تھی۔ وہ فرشتوں سے نکل گیا۔ اور اُسکو اِس واقعہ سے اسقدر غصّہ آیا اور ایسا حسد پیدا ہوا کہ دن رات یہی سوچتا رہتا تھا۔ کہ کب موقعہ پاؤں تو اپنے تئیں بہشت میں پہنچاؤں آدم کو بہکاؤں اور وہاں سے نکالدوں۔ پھر جہاں اُسکا جی چاہے چلا جائے۔ اس لئے وہ پہلے مور کے پاس گیا۔ اور اُس سے اِس کام میں مدد مانگی اور کہا کہ میری اور تیری مدتوں کی دوستی ہے۔ اور پہلے وقتوں میں ہم تم دونوں اِس بہشت کے اکھٹے نگہبان رہے ہیں۔ اب التماس یہ ہے۔ کہ تو مجھے اپنے پروں میں چھپائے اور مجھے بہشت میں پہنچا۔ تاکہ میں وہاں جاؤں۔ اور اپنے قدیمی دشمن سے ایسا کروں کہ اُسکو بہشت سے نکالدوں اور اپنا بدلہ لوں۔ مور نے اس بات سے

انکار کر دیا اور کہا کہ تو سانپ کے پاس جا ابلیس مور کے کہنے پر سانپ کے پاس آیا۔ اور اُسکو اُسی طرح بہکانا شروع کیا کہ جسطرح اُس نے مور کو بہکایا تھا۔ اور اپنے پچھلے حقوق جتائے اور اپنی صحبت کے گزرے ہوئے دن یاد دلائے۔ اور پھر اپنے مطلب کی بات درمیان میں لایا۔ سانپ پر شیطان کا منتر چل گیا۔ اور وہ اُسکو اپنے مُنہ میں رکھکر بہشت میں اس طرح لے گیا کہ بہشت کے دربانوں کو سر و پیر خبر نہ ہوئی یہانتک کہ وہ آدم و حوا کے پاس پہنچا۔ اور جاتے ہی اُن کے پاس بیٹھکر بیطرح مُنہ بسور کر رونے لگا۔ انہوں نے اُسے مطلق نہ پہچانا۔ پوچھا کہ تو کس لئے روتا ہے ابلیس نے کہا کہ میں تمہارے عاقبت حال پر روتا ہوں۔ کہ خدا تمکو اس بہشت سے نکالدیگا۔ پھر تم کیا کرو گے۔ اور ایسی نعمتیں کہاں کھاؤ گے۔ مشکل یہ ہوگی کہ تمہاری زندگی سراسر تلخ ہو جائیگی۔ ابلیس اُن سے یہ باتیں کر کے چلدیا آدم و حوا کو بڑا فکر پیدا ہوا اور وہ لگے ڈرنے۔ شیطان لوٹ کر پھر اُن کے پاس آیا اور آدم کو کہنے لگا۔ اگر تو میری بات پر اعتبار کرے اور میرے کہنے سے ٹلے نہیں تو میں تجھکو ایک درخت دکھاؤں۔ کہ اگر تو اُسکا میوہ کھائے تو تو ہمیشہ بہشت میں ہی رہے کہیں نہ جاوے۔ اور موت و زوال تیرے اقبال میں راہ نپاوے۔ آدم نے کہا بتا تو وہ کونسا درخت ہے۔ ابلیس نے اُسکو وہ درخت دکھا دیا کہ جسکا پھل کھانے سے اُسکو منع کیا گیا تھا۔ اُسکو بہتیرا آدم جھانسہ دیا۔ اور پھر قسم بھی کھائی کہ مجھسے بڑھ کر تمہارا ناصح اور کون ہے۔ آدم شیطان کی بات سے فکر میں پڑگیا اور شیطان اُن کے پاس سے اُٹھ گیا۔ اور آدم بھی بہشت کی ایک طرف جانکلا۔ ابلیس پھر حوا کے پاس پہنچا۔ اور اُسکو داؤ فریب دئے۔ حوا اُسکی باتوں پر لٹو ہوگئی۔ ساتھ ہی سانپ نے بھی ابلیس کے قول کی گواہی دی کہ یہ سچ کہتا ہے تو اسکا کہنا مان لے۔ آدم اپنی پہلی جگہ پر پھر ہٹ آیا۔ حوا اُس سے بولی کہ سانپ بہشت کا دربان ہے۔ اُس نے اس مشفق امین کے صدق کلام پر گواہی دی ہے اُسکی اس میں کوئی ذاتی اور فاسد غرض نہیں۔ اس لئے پہلے میں اُس درخت کا پھل کھاتی ہوں اگر کوئی نقصان پہنچا۔ تو تو میری خاطر معافی مانگیو اور اگر نہیں تو تو بھی کھا۔ تاکہ ہمیشہ کی بہشت اور دولت ہماری ہی رہے۔ حوا نے اُسوقت اُس پھل کا کچھ حصّہ کھایا اور اُس کے کہنے اور سُننے سے آدم نے بھی کچھ کھایا۔ ابھی تک وہ پھل اُن کے معدہ میں جاکر نہیں ٹھیرا تھا۔ کہ بہشتی لباس اُن کے بدن سے اُتر گیا اور ننگے دھڑنگے رہ گئے۔ درخت انجیر کے پتّوں سے اُنہوں نے اپنا ستر ڈھانپا جب یہ اُن کی حالت ہوگئی۔ تو خدا نے پکارا۔ اے آدم تو جانتا ہے کہ اس برہنگی کا سبب کیا ہے اُس نے کہا ہاں۔ اے میرے خدا۔ یہ اس لئے ہوا کہ میں نے درخت ممنوعہ کا پھل کھایا۔ اور تیری وصیت پر عمل نہ کیا۔

(روضۃ الصفا جلد اوّل صفحہ ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱

مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

(۲) جب مریم حاملہ ہوئی اور کوئی شخص اُس کے نزدیک سوائے ذکریا کے جاتا آتا نہ تھا۔ یہودیوں نے ذکریا پر زنا کی تہمت لگائی اور اُس کے قتل کے درپے ہوئے۔ ذکریا کو بھی اس معاملہ کی خبر لگ گئی۔ اُس نے ارادہ کیا کہ اپنی قوم سے بچکر بھاگ نکلے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ کہ بے تحاشا بھاگا راستہ میں ایک درخت دیکھا۔ کہ اُس سے آواز نکلتی تھی۔ کہ اے ذکریا میری طرف آ۔ ذکریا درخت کیطرف گیا۔ اور وہ درخت بیچ سے پھٹگیا۔ اور اُس نے ذکریا کو اپنے شگاف میں چھپالیا اتنے میں اُس کے دونو شگاف پھر مل گئے۔ شیطان نے اُس کے درخت میں گھُستے ہی اُس کے کپڑے کا کنارہ پکڑ لیا۔ اور وہ درخت سے باہر ہی لٹکتا رہا۔ ذکریا کے تلاش کرنے والوں نے شیطان کو انسان کی صورت میں دیکھا اور پوچھا کہ اس شکل و شباہت کا کوئی بڈہا ادہر سے جاتا تیری نظر پڑا یا نہیں۔ شیطان بولا کہ میں نے اُس بڈہے سے زیادہ جادوگر کوئی نہیں دیکھا کہ اُس نے اپنے جادو کے زور سے اس درخت کو پھاڑا اور اُس میں چھُپ بیٹھا۔ یہودیوں نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ شیطان بولا کہ اگر تمہیں یقین نہ آوے تو یہ دیکھو اُس کے کپڑے کا کنارہ میرے ہاتھ میں ہے۔ کہ ابھی تک باہر لٹک رہا ہے یہودیوں نے چاہا کہ اُس درخت کو آگ لگادیں۔ شیطان نے انکو کہا کہ نہیں اس درخت پر آرہ دہر کر چیر ڈالو اُنہوں نے شیطان کے کہنے سے ایسا ہی کیا۔ لکہا ہے کہ جب ذکریا کے سر پر آرہ چلا تو اُس نے چاہا کہ آہ کھینچے۔ کہ خدا بول اُٹھا چپ رہ ورنہ تیرا نام نبیوں کے دفتر سے کاٹ ڈالونگا۔

(روضتہ الصفا صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ نول کشور جلد اوّل حال قتل ذکریا)

(۳) اسی شیطان کی بابت جلد دوم روضتہ الصفا میں لکہا ہے۔ کہ جنگ اُحد میں اُس نے محمد صاحب کے مرنے کی خبر اُڑائی تھی چنانچہ وہاں کی اصل عبارت یہ ہے :-

وشیطان در معرکہ ندا کرد کہ بہ تحقیق محمد کُشتہ شُد۔ چنانکہ ایں خبر موحش بمدینہ رسید و مسلمانان متحیر و سراسیمہ شدند ابوسفیان سخن شیطان باور کردہ گُفت اے معشر قوم کدام یک از شما محمد را بقتل رسانید۔ این قمیہ گفت کہ من اورا کُشتم۔ (صفحہ ۱۰۹ روضتہ الصفا جلد دوم)

پھر جلد دوم روضتہ الصفا صفحہ ۴۵ مطبوعہ نولکشور میں لکہا ہے :-

(۴) کہ حضرت محمد مصلحت دینی کے سبب سے قرآن کی آیات مشرکوں کے سامنے پڑہتے تھے۔ ایکدن قریش کی محفل اور مسجد الحرام میں سورہ نجم پڑہی۔ اسی اثنار میں شیطان نے فرصت پاکر محمد صاحب کی زبان سے بجائے افرایتم اللّات ومنات والثالثتہ الاخریٰ کے تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتہن لترتجی کہلوادی۔ جس سے سب قوم قریش کے لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہ محمد نے ہمارے خداؤں کی بھی تعریف کی ہے۔ شکر ہے۔ پھر لکہا ہے کہ جبرئیل آئے اور انہوں نے محمد صاحب کو سمجہایا۔ کہ یہ آیت شیطان کی طرف سے تھی۔ محمد صاحب بڑے پشیمان ہوئے

اور انہوں نے قوم قریش کے بتوں کی تعریف کرنی چھوڑ دی۔ قریش بولے کہ جب تو نے یہ کام کیا کہ ہمارے خداؤنکو چھوڑا۔ تو ہمارا تمہارا کچھ واسطہ نہ رہا۔ (دیکھو روضۃ الصفا صفحہ ۵۴ جلد دوم مطبوعہ نول کشور لکھنؤ)

(۵) صحیح مسلم میں ابو سعید سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر مدینہ میں جن ہیں کہ مسلمان ہوئے ہیں پھر جب تم دیکھو اُن سے کوئی چیز بنجاویں یعنی اگر وہ سانپ بن جاویں تو اُن کو تین دن اطلاع کر دو۔ پھر بھی اگر ظاہر ہوں اُس کے بعد تو اُنکو مار ڈالو کہ وہ شیطان ہیں یعنی وہ جن ہیں۔ (تحفۃ الاخیار صفحہ ۶۵)

(۶) مسلم میں ابو داؤد سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ خدا کا دشمن شیطان ایک شعلہ آگ کا لایا تھا۔ کہ میرے مُنہ میں لگاوے سو میں نے تین بار کہا کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں تجھ سے پھر میں نے تین بار کہا کہ میں خدا کی پوری لعنت بھیجتا ہوں تجھپر پھر بھی نہ ہٹا۔ پھر میں نے اُسکا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ قسم خدا کی اگر ہمارے سلیمان بھائی دعا نکر گئے ہوتے تو صبح کو وہ بندھا پڑا ہوتا تاکہ مدینے کے لڑکے اُس سے کھیلتے۔

(۷) بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جنوں میں سے ایک راکش رات کو میرے آگے گھس پڑا میری نماز توڑ دینے کو سو اُسکو خدا نے میرے قابو میں کر دیا پھر میں نے اسکو پکڑ لیا۔ سو میں نے چاہا کہ مسجد کے کھمبوں سے کسی کھمبے میں باندھ دوں۔ پھر میں نے اُسکو دھکیل دیا دھکا دیکر۔ (تحفۃ الاخیار صفحہ ۷۳)

(۸) جن اور دیو حضرت سلیمان کے قابو میں تھے۔ اور انہوں نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ ایسی بادشاہی میرے بعد کسیکو نہ ملے اسواسطے حضرت نے اُس شیطان کو چھوڑ دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگرچہ ولی کامل ہو شیطان کے غلبہ سے نڈر نہیں ہو سکتا۔ اسواسطے کہ اس مردود کی اتنی جرأت ہے کہ حضرت کے سامنے بے ادبی کو تیار ہوا تھا۔

(صفحہ ۷۳ تحفۃ الاخیار)

(۹) روضۃ الصفا صفحہ ۱۸ جلد اول میں ہے:-

شیطان کا دوست ادریس کو بہکانا اور اُسکا پتھر کا بت بنانا اور لوگوں سے اُسکی عبادت کرانا

لکھا ہے کہ ابلیس کے آسمان پر عروج کرنے سے پیشتر زمین میں اُسکا ایک دوست تھا۔ کہ وہ کبھی حضرت ادریس سے جُدا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ جسطرح دھوپ سے روشنی جُدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ اُس کے ساتھ لگا پھرا کرتا۔ اور کبھی الگ نہ ہوتا۔ وہ اتفاقاً بچھڑ گیا۔ اُس دوست کو بہت رنج ہوا۔ شیطان نے اُس کے رنج و غم و مصیبت و الم کا سبب دریافت کیا۔ اُس شخص نے جواب دیا کہ یہ سب اوداسی و پریشانی مجھے ادریس کی خدمت سے دور ہونے اور اُسکی صحبت کے جاتے رہنے سے ہے۔ مجھے اُسکی ہم نشینی سے ہر طرح کا علم ملتا تھا۔ اور خوشی حاصل ہوتی تھی۔ شیطان نے کہا کہ اگر تو کہے تو میں اُس جیسی ایک صورت تجھے دکھاؤں۔ تاکہ تیرے دل کو تسلی ہو اور تیرا یہ سب دُکھ درد جاتا رہے۔ اُس نے کہا کہ جیسی

تیری مرضی ہے مجھے اور کیا چاہئے۔ شیطان نے ایک صورت گھڑی کہ ادریس سے ہوبہو مشابہ تھی۔ جب اُس پُرانے یار نے وہ مورت دیکھی اُسکا رنج وغم سب جاتا رہا۔ اور اُس مورت کو اُس نے اپنے گھر میں لاکر ایسی جگہہ گاڑ دیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑتی تھی۔ بیچارہ صبح وشام اُس مورت کو دیکھتا رہتا اور اس طرح اپنا غم غلط کر لیا کرتا تھا۔ اتفاق سے وہ شخص ناگہانی موت سے مر گیا۔ اور جب آدمیوں نے اُسکو کئی روز تک نہ دیکھا تو وہ اُس کے گھر آئے۔ اور دروازہ کھول کر دیکھا تو اُسے مُردہ پایا۔ اور سامنے وہ مورت اُنکی نظر پڑی۔ وہ اس حال سے بڑے متعجب ہوئے۔ اتنے میں شیطان بھی آدمی کی شکل میں اُن کے پاس جا پہنچا۔ اور کہنے لگا کہ ادریس اور یہ آدمی کہ اُسکا یار تھا۔ دونو اس صورت کو کہ خدا کی زمین کی شکل ہے پوجا کرتے تھے۔ اور اسی لئے اُنکی دعا قبول ہو جاتی تھی۔ شیطان کی یہ بہکاوٹ لوگوں کے دلونپر اثر کر گئی۔ پس ہر ایک آدمی نے اُس مورتی جیسی ایک ایک گھڑ لی۔ اور اُسے پوجنے لگا۔ جس سے مورتی پوجا کی رسم تمام جہان میں پھیل گئی۔ بعضونکا قول ہے۔ کہ بت پرستی کا آغاز تب سے ہوا ہے کہ جب آدم کی اولاد اُسکی نعش کو صندوق میں بند کر کے اپنے ساتھ طواف میں لئے جاتی تھی۔ اور آدم کی وصیت کے موافق نہیں چاہتی تھی۔ کہ قابیل اور اُسکی اولاد کی اُس پر نظر پڑے۔ اسپر شیطان کو موقعہ ملگیا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ چنانچہ وہ قابیل اور اُس کے لڑکوں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اگر تم مناسب سمجھو۔ اور بہتر خیال کرو تو تمہارے واسطے بھی ایسی مورت بنا دوں کہ ہوبہو آدم جیسی ہو اور ہمیشہ تمہارے ہمراہ رہا کرے۔ اُنہوں نے اس بات کو مان لیا۔ شیطان نے جیسا کہ وعدہ کیا تھا ایک مورت بنائی اور قابیل کی اولاد نے اُسے ایک صندوق میں رکھ لیا۔ پس جہاں کہیں کہ وہ جاتے اُسے اپنے ہمراہ رکھتے۔ عرصہ پا کر اُنکی دیکھا دیکھی ہر ایک قوم نے اپنے لئے اُس جیسی شکلیں بنا دھریں۔ سالونپر سال اور مہینونپر مہینے گزر گئے۔ پھر تو عام لوگ اُن کی پرستش کرنے لگے۔ بعضونکا یہ خیال ہے کہ ادریس کی وفات کے بعد چند بزرگوار مستجاب الدعوات تھے۔ کہ وَدّ وہ۔ وسواع ویغوث ویعوق ونسر اُنکا نام تھا۔ جب اُن میں سے ایک مر گیا تو اُس کے رشتہ داروں نے اپنا دل بہلانیکے لئے اُس جیسی ایک شبیہ بنائی تھی۔ اور اپنے گھر میں گاڑ چھوڑی تھی۔ جب اِن لوگوں کے بزرگ مر گئے اور کوئی بڑا اُن کے سر پر نہ رہا۔ اُنکی اولاد ہی اولاد تھی۔ تو شیطان اُن کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ یہ تمہارے خدا ہیں۔ تم اُنکی پرستش کرو۔ اُن بیچاروں نے شیطان کی بات مان لی۔ اور لگے مورتی پوجنے۔ یہ بُت سب کے سب طوفان نوح میں گم ہو گئے تھے۔ شیطان نے پھر کھوج کر کے نکالے۔ اور ایک ایک قبیلہ میں بانٹ دئے اور قبیلہ والوں نے اپنے اپنے خدا بنا کر رکھ لئے۔ یہ خراب رسم زمانہ اسلام تک برابر جاری رہی۔

اس قصہ کی بابت ایک اور روایت وہ تھی جسکا ذکر قابیل کے حال میں ہو چکا ہے۔ اور بعضونکا کہنا یہ ہے۔ کہ آتش پرستی کی رسم ابراہیم کے زمانہ سے چلی ہے۔ کیونکہ شیطان نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالدی۔ کہ ابراہیم جو آگ میں

نہ جلاوے اس لئے تھا کہ وہ آگ کو پوجا کرتا تھا۔ یا آتش پرست تھا۔ اور بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جب خدا نے لوگوں کو رسولوں کی زبان سے دوزخ کی آگ سے ڈرایا تو شیطان نے اُنکو کہا کہ تم آگ کو پوجا کرو۔ پھر یہ آگ تمکو نہ جلائیگی اس تقریر سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ یہ خراب رسم کس زمانہ میں پیدا ہوئی تھی۔ اور کچھ لوگوں کا یہ قول ہے کہ دارا گشتاسپ کے زمانہ میں جب زردشت نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ اور ایک کتاب بنائی جسکا نام ژند تھا۔ اسی نے لوگوں کو آگ کے پوجنے پر آمادہ کیا اور اُنکو ترغیب دلائی۔ اور کہا کہ جو کوئی شخص دنیا میں آگ کو پوجا کریگا۔ تو خدا عاقبت میں اُس پر عذاب نہ فرمائیگا۔ (روضتہ الصفا صفحہ ۱۸ جلد اوّل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

(۱۰) لکھا ہے کہ حضرت محمد کی پیغمبری سے پہلے شیطان آسمان پر جاتے آتے تھے۔ اور ایک جگہہ کھڑے ہو کر وہاں کی باتیں سُنتے تھے۔ جو جو باتیں کہ فرشتے دُنیا کے بننے اور بگڑنے کی آپس میں کہتے تھے۔ اُن میں کچھہ اپنی بھی جھوٹی باتیں ملا دیتے تھے۔ اور لوگوں کو آن کر بتاتے تھے۔ جب حضرت محمد کو پیغمبر بنے بیس روز گزر گئے تو شیطانوں کا آسمان پر آنا جانا بند ہو گیا۔ یہ جب کبھی جا بھی نکلتے تو آسمان سے بڑے بڑے آگ کے چنگارے برستے اور فرشتے پتھر اوٹھا اوٹھا کر اُنکو مارتے تھے۔ اوّل اوّل جن لوگوں کو اس معاملہ کی خبر لگی وہ ساکنان طایف تھے۔ لکھا ہے کہ شیطان نے جب یہ حال دیکھا تو قیاس سے جانا کہ زمین پر کوئی حادثہ واقع ہوا۔ چنانچہ جنوں کو حکم ہوا کہ جاؤ اس واقعہ کی خبر لاؤ وہ آئے اور زمین کی مٹی اکٹھی کر کے لے گئے۔ شیطان ایک ایک مٹی کو سونگھتا تھا اور پھر پھینکدیتا تھا جب ملکِ عرب کی خاک اُس کے ہاتہہ آئی تو بولا کہ ضرور اس زمین میں حادثہ واقع ہوا۔ اُس لعین کے دل میں بڑا تعجب پیدا ہوا۔

صفحہ ۱۴ روضتہ الصفا جلد دوم

(۱۱) شیطان کا ایّوب پر تباہی لانا

پُرانے عہد نامہ ایوب کی کتاب باب میں لکھا ہے :۔

عوض کی سرزمین میں ایوب نامی ایک شخص تھا اور وہ شخص کامل اور صادق تھا۔ اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دُور رہتا تھا۔ اُس کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اُس کے مال میں ستر ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچسو جوڑی بیل اور پانچسو گدہیاں تھیں۔ اور اُس کے نوکر چاکر بہت تھے۔ ایسا مالدار اہل مشرق میں اور کوئی نہ تھا۔ اس کے بیٹے ہر ایک اپنے اپنے دن میں اپنے گھروں میں جا کے ضیافت کرتے تھے۔ اور اپنے ساتھہ کھانے پینے کے لئے اپنی تینوں بہنوں کو بلا لیتے تھے۔ اور جب اُنکی مہمانی کے دن گزر گئے تو ایسا ہوا کہ ایوب نے بھیجکر اُنہیں بلایا اور اُنہیں پاک کیا اور صبح کو سویرے اُٹھکر اُن سبھوں کی شمار کے موافق سوختنی قربانیاں گذرانیں۔ کیونکہ ایوب نے کہا کہ شاید میرے بیٹوں نے کچھ خطا کی ہو۔ ایوب ہمیشہ ایسا ہی کرتا تھا۔ ایکدن ایسا ہوا کہ نبی اللہ آئے کہ خدا کے حضور حاضر ہوں

اور شیطان بھی اُن کے درمیان آیا۔ تب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔ شیطان نے خداوند کو جواب دیا اور کہا کہ زمین کے ادہر اودہر سے آتا ہوں۔ پھر خداوند نے شیطان سے کہا کہ کیا تو نے میرے بندے ایوب کا حال غور کیا کہ زمین پر اُس جیسا کوئی شخص نہیں ہے وہ کامل اور صادق ہے اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے شیطان نے خدا کو جواب دیا۔ اور کہا کہ کیا ایوب مفت میں خداترسی کرتا ہے کیا تو نے اُس کے گرد اور اُسکے گھر کے آس پاس اور اُس کے سارے مال و اسباب کے چاروں طرف احاطہ نہیں کیا۔ تو نے اُس کے ہاتھ کے کام میں برکت بخشی ہے اور اُسکا مال زمین پر بہت بڑہتا جاتا ہے۔ لیکن اپنا ہاتھ بڑہا کے اُسکا سب کچھ چھو تو۔ تو کیا وہ تیرے منہ پر تیری ملامت نہ کریگا۔ خداوند نے شیطان سے کہا دیکھ اُسکا سب کچھ تیرے قابو میں ہے۔ مگر فقط اُسی پر اپنا ہاتھ مت بڑہا تب شیطان خداوند کے حضور سے چل نکلا۔

اور ایکدن ایسا ہوا کہ اُس کے بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھاتے اور مے پیتے تھے۔ اُسوقت ایک قاصد نے ایوب کے پاس آکر کہا کہ ہم بیل جوتتے تھے۔ اور گدہے اُن کے پاس چرتے تھے۔ ناگاہ سبا کے لوگ اُن پر آگرے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تلوار کی دہار سے قتل کیا۔ اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا۔ کہ تجھے خبر دوں ہنوز وہ کہتا ہی تھا کہ ایک دوسرے نے آکے کہا کہ خدا کی آگ آسمان سے پڑی اور بھیڑوں اور نوکر و چاکروں کو جلا کے تمام کر دیا۔ اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں وہ ہنوز کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور آیا اور بولا کسدی تین غول کر کے اور اونٹوں پر جھپک کے اُنہیں لیگئے اور نوکروں کو تلوار کی دہار سے قتل کیا۔ اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں وہ یہ کہتا ہی تھا کہ ایک اور بھی آیا۔ اور کہا کہ تیرے بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھاتے اور مے پیتے تھے اُسوقت بیابان کیطرف سے ایک بڑی آندہی آئی اور اُس کے گھر کے چاروں کونوں میں لگی سو وہ جوانوں پر گر پڑا اور وہ دب مرے اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ تب ایوب نے اُٹھکر اپنا پیرہن چاک کیا اور سر منڈایا اور زمین پر جھک پڑا۔ اور کہا کہ خداوند نے دیا اور خداوند ہی نے لیا۔ اُسکا نام مبارک ہے۔

پھر ایکدن یوں ہوا کہ نبی اللہ آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں اور شیطان بھی اُن کے درمیاں آیا۔ کہ خداوند کے آگے حاضر ہو۔ خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے شیطان نے جواب دیکے خداوند سے کہا کہ زمین کے ادہر اودہر سے پھر کے اور اُس میں سیر کر کے آتا ہوں۔ خدا نے شیطان سے پوچھا کہ کیا تو نے میرے بندے ایوب کے حال کو بھی غور کیا۔ آگے پھر وہی جواب ہے جو شیطان نے پہلے دیا تھا۔

تب شیطان خداوند کے حضور سے چل نکلا۔ اور ایوب کو مارا ایسا کہ تلوے سے لیکر چاندی تک اُسے جلتے پھوڑے ہوئے اور وہ ایک ٹھیکرا لیکے اپنے تئیں کھجلانے لگا اور راکھ پر بیٹھ گیا۔ (کتاب ایوب باب ۱ و ۲ پرانا عہدنامہ)

نوٹ۔ اس سب تباہی کا باعث خدا کی وہ آزمایش تھی کہ شیطان نے کہا تھا کہ اگر تو ایوب پر تباہی لاوے تو وہ تیرے منہ پر تیری ملامت کریگا۔ اور تجھے اچھا نہیں کہیگا۔ خدا کو گھر کی عقل تو تھی ہی نہیں وہ سمجھا شاید ایسا ہی نہ ہو۔ چلو آزما دیکھیں۔ سو خدا نے بموجب اغوا شیطان کے ایوب کا گھر پھونک دیا۔ اور مال و اسباب سب تباہ کر دیا اور نوکر چاکر مروا ڈالے۔ یہانتک بھی بس نہ کی۔ بلکہ مار مار اُسکا سر گنجا کر دیا اور چاندی نکالدی۔ اور اُسے راکھہ کے ڈھیر پر بٹھا دیا۔

(۱۲) یہی ذکر روضۃ الصفا جلد اول صفحہ ۹۷ ذکر پیغمبر ایوب میں ہے مفصل دیکھو حاشیہ۔

(۱۳) پھر متی کی انجیل باب ۴ آیت ۱ سے ۱۱ تک میں ہے:۔

"تب یسوع روح کے وسیلہ سے بیابان میں لایا گیا۔ تاکہ شیطان اُسے آزماوے اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھہ چکا آخر کو بھوکا ہوا (کیونکہ خدا ہی تو تھا) تب آزمایش کرنیوالے نے اُس پاس آکر کہا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ یہ پتھر روٹی بن جاویں اُس نے جواب میں کہا۔ لکھا ہے کہ انسان صرف روٹی سے ہی نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے مُنہ سے نکلتی ہے جیتا ہے۔ تب شیطان اُسے مقدس شہر میں اپنے ساتھہ لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اُس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو تو اپنے تئیں نیچے گرا دے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو فرمائیگا۔ اور وہ تجھے ہاتھوں پر اُٹھا لیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے پانوں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ یسوع نے اُس سے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما۔ پھر شیطان اُسے اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دُنیا کی ساری بادشاہتیں اور اُنکی شان و شوکت اُسے دکھائی۔ اور اُس سے کہا کہ اگر تو گر کے مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھہ تجھے دونگا۔ تب یسوع نے اُس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے۔ کہ تو اپنے خداوند خدا کو سجدہ کر اور اُسی اکیلے کی بندگی کر تب شیطان اُسے چھوڑ گیا"

جلّتہ و قدرت اغوا و اضلال او نداری شیطان گفت یا رب چگونہ بروے دست یابم و چوں شکر نعمت تو بجاے نیارد کہ ایں ہمہ ثروت و مکنت بدو ارزانی درشتی و چشم او بدیدار اولاد رشید روشن گردانیدی و اگر آنچہ باو انعام کردہ بستانی ترا یک سجدہ نکند و بکلی از عبادت تو تبرا کند خطاب الٰہی نازل شد کہ اے ابلیس دروغ گفتی و ظن تو در باب برگزیدہ دا اختلاف ست شیطاں گفت مرا بر مال و اولاد ایوب مسلّط گرداں تا بہ بینی کہ حال او بعد از اطاعت و معصیت چوں است بادشاہ بے نیاز فرمودہ برو کہ ترا بر اموال و اولاد ایوب مسلّط دادم ابلیس خرمی نمودہ ذرّیات و اتباع خود را جمع کردہ۔

تحفۃ الاخیار الباب الثانی صفحہ ۱۵ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور میں ہے:۔

(۱۴) جابرؓ ان الشیطان اذا سمع الندا ر بالصلواۃ ذہب حتی یکون مکان الروحا۔
صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر شیطان جب اذان سنتا ہے تو وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ جتنی دور روحا ہے۔

(۱۵) انس ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم۔ بخاری اور مسلم میں انس سے روایت ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ شیطان آدمی کے بدن میں پھرتا ہے۔ خون کیطرح (صفحہ ۱۵ تحفۃ الاخیار)
پھر لکھا ہے۔ مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر شیطان کی آس ٹوٹ گئی اس سے کہ عرب کے ٹاپو میں اب نمازی لوگ اسکو پوجیں۔ لیکن ان میں فتنہ و فساد ڈالنے کا قابو ہے۔ اور شیطان کا آدمی پر قابو خوب ہے بدخیال ڈالتے ہیں۔ صفحہ ۱۵ تحفۃ الاخیار

(۱۶) پھر لکھا ہے کہ مسلم میں حذیفہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر شیطان حلال جانتا ہے اُس کھانے کو جسپر خدا کا نام نہ لیا جاوے اور شیطان اس لڑکی کیساتھ آیا تھا۔ کہ اُس کے سبب سے کھانا حلال کرے سو میں نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم ہے اُسکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ اس حدیث سے ثابت ہو کہ کھانا کھاتے وقت اوّل بسم اللہ کہنا ضرور ہے نہیں تو شیطان ساتھ کھاتا ہے۔
تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۵

(۱۷) جابرؓ ان المراۃ تقبل فی صورۃ شیطان۔
مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ عورت مقرر شیطان کی صورت میں آتی ہے تو جو کوئی عورت کو دیکھے وہ اپنی عورت سے صحبت کرے تاکہ دل سے اُسکا خطرہ دور ہو۔ عورت کو شیطان کیصورت اسواسطے کہا کہ جیسے شیطان آدمی کو بہکاتا ہے ویسے ہی عورت بھی۔ تحفۃ الاخیار صفحہ ۶۲

(۱۸) بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ فرشتے اُترتے ہیں بدلی میں سو آپس میں بات چیت کرتے ہیں اُس کام کی جسکا آسمان میں خدا کیطرف سے حکم ہوا ہے سو شیطان وہاں جا کے چپکے سُن آتے ہیں۔
پھر لکھا ہے کہ عرب میں ایک قوم تھی جو جن اور شیطان سے راہ رکھتی تھی کچھ اُن سے حال دریافت کر کے لوگوں سے کہتی تھی۔ لوگ اُن پر بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ سو لوگوں نے حضرت سے انکا حال پوچھا حضرت نے فرمایا کہ اُنکی کچھ حقیقت نہیں۔ (باقی آیندہ)

تحفۃ الاخیار صفحہ ۶۲ مطبوعہ نول کشور (یوگیندر پال)

سمواد

کلام و متکلّم

نمبر ۲

جنابِ من! کئی مہینے کے طویل انتظار کے بعد آپکے رشحات قلم سے آنکھیں روشن ہوئیں۔ آپنے اور فاضل ایڈیٹر صاحب نے وفورِ عنایت سے جو الفاظ بیدریغ میری نسبت استعمال فرمائے ہیں میں اُنکو اپنے رُتبہ سے بہت زیادہ خیال کرتا ہوں۔ بہرکیف اس قدرافزائی کا بھی مشکور ہوں۔ اور اس توجہ فرمائی کا بھی کہ آپنے میرے خیالات کی تنقید میں اپنا عزیز وقت صرف کیا۔

آج دُنیا نے جن ناموروں کو فنِ مناظرہ میں مہارت و شُہرت کی ڈگری دیدی ہے۔ اُن میں دو قسم کے باکمال نظر آتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اپنی رائے کے موافق دلایل کو قایم کرتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو اپنی رائے کو دلایل کے موافق قایم کرتے ہیں۔ اگرچہ پہلی صورت بھی قوتِ دلایل۔ شوکتِ الفاظ۔ لطفِ زبان اور حُسنِ بیان کے لحاظ سے نہایت قابلِ مدحت ہے لیکن ایک نیک نفس محقق کو (خصوصاً مسایل مذہبی میں) ہمیشہ دوسرا طریق اختیار کرنا چاہیئے اور بالکل اپنے تئیں دلایل کے حوالے کردینا چاہیئے۔ میرے نزدیک وہ عمل تسخیر کا ہے تو یہ نُسخہ اکسیر کا ہے۔

ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ میں نے جو رائے پیش کی ہے۔ محض دلایل کی بنا پر قایم کی ہوئی ہے۔ مگر یہ صرف کہنے کی بات ہے عموماً تقلید و تعصب کی بنا پر مذہبی مسایل تسلیم کئے جاتے ہیں اور اپنے محدود علم و شخصی رائے کے موافق مخالفوں سے دلیل بازیاں ہوتی ہیں۔

میں کسی آریہ دوست کے ہاتھ میں میگزین دیکھتا ہوں یا کسی محمدی بھائی کے مطالعہ میں انوار الاسلام پاتا ہوں تو عمداً دریافت کیا کرتا ہوں کہ صاحب! اس میں کوئی بات آپکی رائے کے خلاف بھی ہے؟ اگر میرا حافظہ مجھے دھوکا نہیں دیتا تو ہمیشہ میں نے نفی میں جواب پایا ہے۔ اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ویدک دہرم کے تناسخ جیسے عظیم الشان مسایل میں بھی بعض سرگرم سماجی مہاشے اتنے بھی واقف نہیں ہوتے جسقدر ایک باخبر مسلمان۔ اور بالکل یہی کیفیت بعض مدعیانِ فضیلت محمدی صاحبوں کی ہے۔ میں اپنی رائے ناقص کے موافق اسکا یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ محمدی کی نظر میں انوار الاسلام کا ہر مسئلہ اس لئے اتفاق کے قابل ہے کہ وہ ویدک دہرم کا مردِ نمبر وہ ہے۔ اور آریہ کی رائے میں میگزین کا ہر لفظ اسواسطے لایقِ تسلیم ہے

کہ وہ محمدیوں کا حریف میدان ہے۔ کیا اسکا نام رائے ہے؟ کیا ان رسالوں کے مسایل تمام ناظرین کی فہم وعقل کے موافق ہوتے ہیں؟ اور کیا ایسے پرجوش منصف مزاج مناظرہ کے ذریعہ سے منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں!!۔ اس مشرب کے لوگ بے شبہ تعصب کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔ اور انکی شفایابی کی اگر کوئی صورت ہے تو فقط یہ کہ تحقیق کی تلخ دوا احتیاط کے ساتھ استعمال کریں۔ اور تقلید سے اپنے دل ودماغ کو پرہیز کرائیں۔ احتیاط سے میری غرض یہ ہے کہ آجکل رسالوں میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا جو طریقہ جاری ہے اس نے رسالوں کو فوج کے رسالے بنا دیا ہے۔ میرے نزدیک لوہے کی اینٹوں سے عناد کی دیواریں تعمیر ہو رہی ہیں یا ڈائنامیٹ کے کارخانے قایم کئے جاتے ہیں جو خدانخواستہ آکدن ملک کی راحت وعافیت کو اڑا دینگے۔ ہمیشہ چراغ کے نیچے کسی قدر اندھیرا ہوتا ہے۔ مگر جب آمنے سامنے کئی چراغ رکھدئے جائیں تو آپس کی روشنی سے کسی کے نیچے بھی تاریکی نہیں رہتی۔ اسی طرح ہر ایک اہل الرائے حق کی روشنی کے ساتھ کم وبیش جہل کی تاریکی بھی رکھتا ہے۔ لیکن جب چند ہمدرد دوست کسی باریک وتاریک مسئلہ پر ملکر غور کرتے ہیں تو ایک کی روشنی سے دوسرے کی تاریکی زائل ہو سکتی ہے۔ المختصر بحث افادہ کی نیت سے ہو یا استفادہ کی غرض سے احسن طریق یہی ہے۔ اگر فریقین کا خیال یہ ہو کہ جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہوئے ہیں اس میں ترمیم ناممکن اور اسکے خلاف صداقت محال ہے۔ تو ایسے لوگ تحقیق سے مستغنی ہیں اور ان کے لئے بحث ومباحثہ فعل عبث یا تحصیل حاصل ہے۔

آپ اپنے تئیں متلاشی ظاہر کرتے ہیں۔ اور آپکی طرز تحریر آپکے اسم بامسمے ہونیکی شہادت دیتی ہے۔ اس لئے میں آپ کو مخاطب صحیح خیال کرتا ہوں۔ اگر خدانخواستہ میرا خیال غلط بھی نکلا تو بھی یہ ہرگز نہوگا کہ اپنے مشرب آپکی تہذیب اور نیز ایڈیٹر صاحب کی امید کے خلاف بیکار ہرزہ درائی کرکے میگزین کے صفحے سیاہ کئے جاؤں۔ بلکہ فوراً بحث کا سلسلہ منقطع کردونگا۔ فراری نہیں خواہ آپ اسکو فرار کی ڈگری قرار دیں بلا تامل ایک کارڈ پر لکھکر خدمت میں بھیجدونگا ؎

آمروز یقیں شد کہ ندارے سر ما ہیچ ؛ ؛ ؛ ہا بیچارہ ز لطف تو بدل وحشت گماں تھا"

کیونکہ قومی میگزین کے صفحے مشاعرہ کی محفل نہیں ہیں جس میں صرف واہ واہ کے لئے نئے نئے مضامین باندھکر شوکت الفاظ اور علوِ خیالات کی داد طلب کیجائے۔ بلکہ ہر تحریر کی علت غائی خالص افادہ یا استفادہ ہونی چاہئے۔ اور جب یہ ممکن نہ رہے تو فریقین میں سے جو جسقدر جلد اس لاطایل ونامعقول فعل سے کنارہ کش ہو۔ اسی کو ترجیح ہے"

فی زمانا اہل مناظرہ کی جو دو قسمیں میں نے قرار دی ہیں۔ امید ہے کہ آپ کے خیال میں ہونگی۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو (گستاخی معاف ہو) آپکا جواب پہلی قسم میں شمار کیا جا سکتا ہے آپکا راسخ خیال یہ تھا کہ محض معنی کا نام کلام ہو۔ آپنے اسی کے دلایل پیدا کرنے کی بڑی سرگرمی سے کوشش کی ہے۔ اور یہ مجھ تسلیم کرنا چاہئے کہ بڑی قابلیت سے ذکاوت وذہانت کی داد دی ہے۔ گو بعض جگہ آپکی فطری حق پسندی یا طبعی منصف مزاجی نے حق کے اقرار پر بھی مجبور کردیا ہے

اور یہی فطرت انسانی کا وہ درخشاں جوہر ہے جو شرافت و دیانت کی جان ہے اور سچی شجاعت جس پر قربان ہے۔

جہاں میں آپکی آزادنہ رائے کا مدّاح ہوں۔ اِس امر کی نیازمندانہ شکایت کرتا ہوں کہ مضموں کے بعض اہم مقامات پر آپنے کماحقہٗ توجہ نہیں فرمائی۔ چنانچہ میری درخواست تھی کہ وید و قرآن کے معاملہ سے قطع نظر کر کے محض علمی مسئلہ کی حیثیت سے اوّل اِس تنقیح کا فیصلہ ہونا چاہئے کہ کلام کا مفہوم کیا ہے؟ مگر آپنے اسکی پابندی نہیں کی۔ اور سعدی صاحب کا ایک پیراگراف لیکر جسقدر تصرفات کی صورتیں میں نے دکھائی ہیں انکو علیحدہ علیحدہ بدلایل آپنے نہیں بتایا کہ کیوں ہر صورت میں سعدی کا ہی کلام مانا جاوے؟ جب تک کلام کے مفہوم۔ کلام کے اجزار ذاتی۔ کلام کے اقسام وغیرہ کا قطعی تصفیہ نہو جائے۔ وید و قرآن کی بابتہ جرح و تعدیل سے غلط بحث کرنا بالکل ایسا ہوگا جیسے سر بازار دو آدمیوں میں سخت تکرار ہو۔ گالم گلوج اور فوجداری تک نوبت پہنچ گئی ہو۔ خریدار اپنی ترازو میں تول کر دکھاتا ہو کہ جنس پونے پانچ سیر ہے۔ دوکاندار اپنی ترازو سے تول کر دکھاتا ہو کہ دیکھلو پوری پانچ سیر ہے۔ اور لطف یہ کہ باٹ بھی ایک ہوں اور جنس بھی ایک۔ تماشائیوں میں سے سو آدمی دوکاندار کو دغاباز کہہ رہے ہوں۔ اور دو سو خریدار کو بے ایمان بنا رہے ہوں۔ مگر یہ کوئی نہ کہتا ہو کہ عقل کے سوداگرو! دونو ترازوؤں کو جانچ کر پہلے پاسنگ ٹھیک کر لو۔ پھر وزن کی کمی بیشی پر شوق سے انہیں باٹوں سے سر پھوڑ لینا۔

اے حق کے متلاشی مہاشے! اگر آپ اِس ضروری مودبانہ گزارش کو سرسری نظر سے دیکھینگے تو یقیناً بحث پریشاں و منتشر ہو جاویگی۔ اور فریقیں ہرگز اُس منزل تک نہ پہنچ سکینگے۔ جہاں کلام الہی کے صفات لازمی پر غور کرنا ہے۔ اُس میں قصص وسقوے۔ اُسکی مطابقت فطرت۔ عربی زبان و دیو بانی وغیرہ تنقیحات زیر بحث ہونگی۔

میں اِس مرتبہ پھر کوشش کرتا ہوں کہ خیالات ایک مرکز پر قایم ہو کر بحث ہموار و استوار ہو جائے۔ اور فریقیں امر تنقیح طلب سے اِدھر اُدھر نہونے پائیں۔ اس لئے جو باتیں قبل از وقت ہیں انکا اس وقت پر جواب نہ دونگا۔ جو باتیں آپنے تسلیم کر لی ہیں اُنکو مسلّمات فریقین سمجھکر علوم متعارفہ قرار دونگا تاکہ آئندہ اُنپر بحث نہو۔ بلکہ اُن سے استناد کیا جاوے۔ جن فقرات کے معنی سمجھنے یا نتیجہ نکالنے میں آپ مشتبہ ہو گئے ہیں۔ اُنکی وضاحت کرونگا۔ تاکہ آپ دوبارہ صفائی کے ساتھ اُن پر اپنی قیمتی رائے ظاہر فرما سکیں۔ اور اُن سب باتوں پر آپ سے ذکی الطبع و قیقہ رس محقق کے لئے صرف اشارات کافی سمجھتا ہوں۔ مگر جو دلایل تردیدی آپنے پیش کئے ہیں۔ اُنکا ذرا تفصیل سے جواب لکھونگا۔

میں نے اپنے جواب میں صرف دو باتیں ثابت کی تھیں۔

۱۔ معنی۔ الفاظ۔ ترتیب کلام کے تین اجزار لاینفک ہیں۔

۲۔ جب ان میں سے ایک جزو علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اصل مصنف کا کلام نہیں رہتا۔

آپنے ان دو نو باتوں کو صاف لفظوں میں تسلیم کر لیا ہے مگر اصلی کلام میں (ملاحظہ ہو میگزین اکتوبر صفحہ ۶ پیرا گراف ۲) گویا کلام اصلی کے لئے یہ دو نو باتیں مسلمات فریقین ہیں۔ اسکو براہ عنایت آپ یاد رکھیں۔

کلام نقلی میں آپ تسلیم نہیں کرتے۔ اور بڑی حجت آپکی یہ ہے کہ اصل واقعہ جو مقولہ میں ہوتا ہے اُسکا مفہوم قایل اوّل سے ذاتی تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وہ متکلم ثانی کا کلام نہیں ہو سکتا مگر یہ عقدہ آپ کے ادنیٰ تدبر کا محتاج ہے۔ میں کہتا ہوں کلام کے لئے یہ شرط ہی نہیں ہو سکتی کہ نفس مفہوم کا ہمیشہ ذاتی تعلق متکلم سے ہو۔

علم طبعیات میں حقایق اشیاء سے بحث ہوتی ہے اور منطق۔ صرف و نحو میں فقط الفاظ و اسماء سے۔ نکہ مسمّیٰ سے۔ مثلاً فارسی میں کلمہ کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ مصدر۔ جس سے اور کلمے نکلیں۔	مثلاً	کردن۔ بُردن۔ خوردن۔
۲۔ مشتق۔ جو مصدر سے نکلا ہو۔	"	کُند۔ کُنندہ۔ کردہ۔ میکنم۔
۳۔ جامد جو نہ کسی سے نکلا ہو نہ اُس سے کوئی نکلے۔	"	سیم۔ سنگ۔ ہوا۔ آب۔ دریا۔

اسی طرح طبعیات میں اجسام کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ جامدی اجسام	"	سونا۔ چاندی۔ پتھر۔ نمک۔ برف
۲۔ سیّال اجسام	"	پانی۔ دودھ۔ تیل۔ شراب۔ الکحل
۳۔ ہوائی اجسام	"	بھاپ۔ دُھواں وغیرہ۔

اب اگر کوئی ضرورت سے زیادہ طبّاع مشابہت لفظی کی بنا پر یہ خیال کر بیٹھے کہ چاندی سونا اور پتھر طبعیات میں بھی جمادات میں بھی لئے ہیں۔ اسی واسطے ان چیزوں کا نام صرف میں جامد رکھا گیا ہے۔ تو یہ اسکی جاہلانہ طبّاعی کا مغالطہ ہوگا۔ کیونکہ چاندی۔ سونا کان سے نکلتے ہیں۔ اور دریا سے بہت سی چیزیں نکلتی ہیں۔ یوں بھی صرفی تعریف کے الفاظ جو جامد کے لئے مقرر ہیں۔ یہاں صادق نہیں آتے۔ علاوہ ازیں طبعیات کی تینوں اقسام جسم غرضکہ صرفی جامد کے تحت میں موجود ہیں۔ بلکہ اگر کوئی چوتھی قسم بھی ہوتی تو جامد کے علاقہ سے باہر نہ رہتی۔ کیونکہ علم صرف مسمّیٰ کی کیفیت و کمیت کیطرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہاں فقط اسم سے بحث ہے چنانچہ اگر کوئی عمارت آپکے سامنے ہو تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ اسم ظرف کھڑا ہے۔ یا کسی چاقو کو نہیں بتا سکتے کہ اسم آلہ پڑا ہے۔ بلکہ لفظ عمارت اور لفظ چاقو بے شبہ اسم ظرف و اسم آلہ ہیں۔ اسی طرح اگر گھنٹہ بج رہا ہو تو یہ کہنا حماقت ہے کہ اسم صوت سُن رہے ہیں۔ ہاں اگر یوں کہئے کہ گھنٹہ ٹن ٹن بج رہا ہے تو اس فقرہ میں (ٹن ٹن) بیشک اسم صوت ہے۔

کلمہ ایک بامعنی لفظ کو کہتے ہیں مگر معنی سے مسمّیٰ مراد لینا فاش غلطی ہے۔ عنقا۔ ہما۔ دیو۔ پری۔ بھوت۔ چڑیل۔ جن ایسے

لفظ بھی ہیں جنکا مسمّی آپ معدوم مانتے ہیں مگر معنی اُن کے بھی ضرور ہیں۔ غرضیکہ کلام کی شرط فقط یہی ہے کہ وہ کلمات مرتب کا مجموعہ ہو۔ اس کے کچھہ معنی ہوں۔ معنی کا تعلق متکلم سے ذاتی ہو یا اضافی۔ کلام کا مفہوم ممکن ہو یا محال اس سے کلام کی ملکیت میں کچھہ فرق نہیں آتا۔ البتہ ان باتوں سے کلام و متکلم کی نسبت اچھی بُری رائے قایم کرسکتے ہیں۔

۱۔ قبر میں بھی تو زمیں سر پہ اُٹھا رکھی ہے + چین مر کر بھی نہ تجھکو دل مضطر آیا

غور کیجئے! مرنے کے بعد گفتگو محال۔ دل مضطر کا قبر کو سر پر اُٹھانا ناممکن۔ نیچرل طور پر سارا مضمون لغو منطقی طور پر کُل مفہوم قابل مضحکہ تاہم ایک شعر ہے اور متکلم شاعر کا کلام ہے۔

۲۔ من آں مورم کہ در پایم بمالند + نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند"

اصل کتاب گلستاں میں دیکھئے۔ سعدی صاحب کا اس مضمون سے ذاتی تعلق کچھہ بھی نہیں۔ ایک دوسرے کے خیال یا مقولے کو نظم کر دیا ہے۔ مگر چونکہ بندش۔ ترتیب و الفاظ متکلم کے ہیں۔ سعدی کا کلام ہے۔

۳۔ خوشا وقتِ شوریدگانِ غمش + اگر ریش بینند وگر مرہمش"

دوسرا مصرعہ پورے کا پورا شوریدگان غم کی کیفیت ہے۔ سعدی کا اس کیفیت سے کچھہ بھی تعلق نہیں مگر سعدی کا کلام ہونے میں شُبہ نہیں" دو چار کیا ہزاروں شعر دیکھتے چلے جائیے۔ جیسا تعلّق ذات متکلم سے آپ شرط کلام بتاتی ہیں فیصدی پانچ اشعار میں بھی نظر نہ آئیگا۔ بات یہ ہے کہ کلام کی فلاسفی پر آپنے تعمق نظر سے غور نہیں کیا۔ اظہار واقعات کے متعدد طریق ہیں۔ چنانچہ قتل عمد کے کسی دردناک واقعہ کو چار طرح سے ظاہر کرسکتے ہیں۔ ایکٹر اپنے اعضا کی حرکات و اشارات سے۔ مُصوّر تصویر بنا کر نقوش کے ذریعے۔ ناولسٹ اپنی حُسن تحریر سے اور سپیکر زور تقریر سے سین کھینچکر۔ اور چاروں قاتل نہیں ہوتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اونکا فعل نقل ہو یا نقّاشی۔ تحریر ہو یا تقریر محض حکایت کا ذریعہ ہے۔ اصل جُرم کا اقدام یا ارتکاب نہیں ہاں اگر ایکٹر قاتل بھی ہے تو اُسکا ایکٹ اقبال جرم کی حد تک پہنچنا ممکن ہے۔ اسی طرح مصور و ناولسٹ و سپیکر و شاعر کے لئے بھی قیاس کر لیجئے۔ گویا واقعات اپنے ہوں یا کسی دوسرے کے۔ چونکہ اظہار واقعات و حکایت واردات کا فعل ان سے صادر ہوتا ہے۔ بہر صورت ایکٹ ایکٹر کا اور کلام متکلم کا ہی ہوگا۔ نفس واقعہ جن سے منسوب ہے۔ وہ متاثر ہوگا۔ متکلم کے لئے لازمی نہیں۔ جن صورتوں میں قایل کسی مقولے سے کافر کہلایا جاسکتا ہے۔ وہ ضرور اُس کی واردات قلبی کی حکایت ہوتی ہے۔ ورنہ کلام کے اجزار میں سے کسی میں یہ تاثیر نہیں ہے کہ متکلم کو جزا کا حقدار یا سزا کا سزاوار ٹھہرا دے۔ چنانچہ قانون فوجداری میں قتل عمد کے محض اقبال پر کوئی شخص پھانسی نہیں پاسکتا۔

(۱) زید کہتا ہے (خدا نہیں ہے) بکر (زید کہتا ہے خدا نہیں) زید کافر کیوں ہے اور بکر بری الذمہ کیوں؟ الخ

زید اس لئے ہرگز کافر نہیں ہے کہ اُس نے یہ الفاظ زبان سے کہے ہیں بلکہ کفر کی وجہ یہ ہے کہ جس واقعہ کو ان لفظوں نے ظاہر کیا ہے وہ اُسکی قلبی حالت ہے۔ کفر کا مجرم وہ درحقیقت اُسیوقت ہو چکا تھا۔ جبکہ اُس نے یہ رائے قایم کی تھی کہ خدا نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر وہ دس سال تک اپنے اس خیال کو ظاہر نکرتا تو بھی کافر تھا۔ رہی یہ بات کہ ہم کیونکر اُس پر کفر کا فتویٰ لگاتے؟ اسکا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر کوئی مجرم اپنا جرم ثابت نہیں ہونے دیتا۔ کبھی اقبال جُرم نہیں رکھتا۔ اور عدالت کے قابو میں نہیں آتا۔ کیا فی الواقع وہ مجرم نہیں ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ نہیں ہے؟ جُرم کا اقبال اور جُرم کا ارتکاب دو مختلف باتیں ہیں۔ بکر (زید کہتا ہے خدا نہیں ہے) بے شبہ یہ بکر کا کلام ہے۔ اگر زید کا کلام ہوتا تو بکر کو یہ لفظ (زید کہتا ہے) کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ان لفظوں کا اضافہ ہی صریح ثبوت اسکا ہے کہ گو مقولہ زید کا نقل کیا ہے مگر یہ کُل فقرہ زید کا کلام اب نہیں رہا۔ زید کبھی اسطرح نہیں بول سکتا کہ زید کہتا ہے خدا نہیں ہے ہاں بکر نے ایک واقعہ کی حکایت کی ہے جو زید سے منسوب ہے۔ اور کلام دونو صورتوں میں متکلم کا ہوتا ہے۔ خواہ واقعہ اپنی ذات سے منسوب ہے یا دوسرے سے متعلق ہو۔ (زید کہتا ہے خدا نہیں ہے) (زید خدا کا مُنکر ہے) (زید مُلحد ہے)۔ (زید دہریہ ہے) (زید ناستک ہے) سب فقروں کا مفہوم ایک ہے اور ہر فقرہ کا متکلم بکر ہے۔ اس لئے کہ بکر اپنی قلبی حالت کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ کافر نہیں ہو سکتا۔ اسواسطے کہ پچھلے چاروں فقرے اصلی کلام ہیں اور پہلے نقلی کے مرادف ہیں۔ ہر فقرہ بکر کا کلام ہے۔ اور اس نظر سے کہ پہلا بھی پانچوں میں سے ایک ہے۔ وہ بھی زید کا ہرگز نہیں بلکہ بکر کا ہی کلام ہے۔

(۲) یہ درست ہے کہ ترتیب کی تبدیلی سے کلام متغیر ہو جاتا ہے مگر اسکا اثر فصاحت الفاظ پر پڑتا ہے نہ مفہوم و خیال پر (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۷ سطر ۱۳ میگزین بابت اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء)

باقی چاروں فقرے کلام میں داخل ہیں اور مفہوم میں متغایر اور بیشک اس تبدیلی (ترتیب) سے مفہوم میں تغایر واقع ہوا ہے (صفحہ ۷ سطر ۶ میگزین اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء)

ان دونو فقروں کی نسبت میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ آپکی حق پسندی کی پیشگاہ میں صرف نظر ثانی کی درخواست کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

(۳) یہ جو آپنے لکھا ہے کہ فقط معنی کوئی شے نہیں اگر یہ بات درست ہے کہ معنی کوئی شے نہیں فقط الفاظ و ترتیب کافی ہے" الخ

یہی بے احتیاطیاں تو مخاطب کے لئے دلشکن ہوتی ہیں بندہ نواز! میں کہتا ہوں فقط معنی کوئی شے نہیں۔ آپ سمجھتے ہیں معنی کوئی شے نہیں ان دونو میں تو زمین آسمان کا فرق ہے فقط معنی کوئی شے نہیں کا مطلب صریح یہی کہ معنی کے

ساتھ ترتیب والفاظ بھی ضروری ہیں - اور معنی کوئی شے نہیں ؛ سے یہ مراد ہوگی کہ صرف الفاظ و ترتیب کلام کا مفہوم پورا کر سکتے ہیں - بھلا یہ قول اُس شخص کا کیونکر ہو سکتا ہے جو الفاظ - ترتیب - معنی کو کلام کے اجزا لاینفک قرار دیتا ہو ؟ -

(۴) الفاظ و ترتیب کی تبدیلی سے متصرّف کا کلام نہیں ہو جاتا - قاتل کہتا ہے (زید کو میں نے قتل کیا ہے) دوسرا اسی مفہوم کو بہ تغیر الفاظ یوں ادا کرتا ہے (فلاں کہتا ہے میں نے زید کو جان سے مار ڈالا ہے) قاتل سزائے قتل کا مستوجب کیوں نہیں ہے الخ"

اگر چند منٹ کے لئے یہ لزوم صحیح بھی فرض کر لیا جاوے کہ متکلم سزائے قتل کا مستوجب ہو تب ہی اُسکا کلام ہو ورنہ نہیں تو استدلال اس طرح ہونا چاہیے درست ہو تا کہ آپ صرف ترتیب والفاظ میں تبدیلی کرتے اور (فلاں کہتا ہے) یہ لفظ نہ بڑھاتے - چنانچہ (میں نے زید کو قتل کیا ہے) اور (میں نے زید کو جان سے مار ڈالا ہے) دونو جملوں کا بالکل ایک اثر ہے اور کچھ شک نہیں اگر کسی عدالت میں فقط لفظی اقبال ثبوت جرم کی شرط ہو تو ان دونو جملوں کے متکلم مرتکب قتل قرار پائینگے - اور آپکے لزوم و استدلال کے موافق بھی ہر فقرہ علیحدہ علیحدہ ہر ایک کا کلام ثابت ہوگا - یہ تو ظلم ہے کہ تبدیل الفاظ پر دلیل قایم کیجائے اور ساتھ ہی کچھ لفظ بھی بڑھا دئے جائیں - مگر نتیجہ کیوقت اس بیشی الفاظ کا مطلق لحاظ نہ کیا جاوے

(جواب مد نمبر ۱ بھر ملاحظہ ہو جسمیں کلام نقلی و اصلی کی تفصیل ہے)

(۵) آخر فقرہ کے مہمل ہونے کیوجہ یہ نہیں کہ باوجود با معنی الفاظ ہونیکے صرف تبدیل ترتیب سے مہمل ہو گیا ہے - بلکہ محاورہ اہل زباں کے خلاف ہے اس لئے مہمل ہے اور زمرۂ کلام میں داخل نہیں الخ

وہ فقرہ زمرۂ کلام میں داخل نہیں - یہ درست ! امر زیر بحث سے خارج ہے - یہ بھی سہی !! مگر محاورہ اہل زباں کے خلاف کلام کو مہمل نہیں کہتے - یہ آپ کیا فرمانے لگے ؟ کوئی ایرانی اُردو کا - کوئی انگریز فارسی کا - کوئی ہندوستانی انگریزی کا - کوئی امریکن عربی کا - کوئی جرمن سنسکرت کا - اہل زباں ہوتا ممکن ہی نہیں ہے - ہاں تمام ہندوستانی گریجوایٹ انگریزی کی زباندان ضرور ہیں - اور بہت سے ہندو مسلمان عربی فارسی سنسکرت کے زباندان موجود ہیں نیز یہ اہل علم کے مسلّمات سے ہے کہ سالہا سال کی محنت کے بعد بھی کوئی زباندان اہل زبان کا سا محاورہ نہیں بول سکتا تاہم اُن کے کلام کو مہمل کوئی نہیں کہہ سکتا - اگر آپکا کُلیہ صحیح ہو تو لازم آئیگا کہ تمام انگریزی سپیچیں مہمل ہوتی ہیں - اور مہمل پسند اہل مجلس ناحق ہی چیرزیں پھٹکارا کرتے ہیں - کیونکہ کوئی بنگالی تو (انگریزی کے سوا) انگریزی کا اہل زبان ہو نہیں سکتا - اور زباندان و اہل زبان کا فرق کسی طرح مٹ نہیں سکتا -

	ا۔ زباندان	ب۔ اہل زباں
۱۔ مجھے بھی نہیں چاہئے ہے	من ہم نمی خواہم	من ہم بکار ندارم
۲۔ کہاں سے مل گیا	از کجا بہمرسید	از کجا بگیر آمد؟
۳۔ بندر کیسی صورتیں بناتا ہے	بوزنہ چہ صورتہا می سازد	شادی چہ شکلہا بیرون می آرد
۴۔ جو پسند کیجئے وہ بھیجدوں	ہرچہ پسند کنید ارسال نمایم	ہرچہ پسند افتند ارسال دارم

فقرہ ہائے الف عموماً فارسی داں بولتے ہیں۔ علاوہ ایرانی اہل زباں بے تکلف اُنکا مطلب سمجھتے اور جواب دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ مُہمل نہیں ہیں۔ فقرہ ہائے (ب) اُن جملوں میں سے ہیں جو سوائے اہل زباں کے کسی ہندوستانی کی زباں پر کبھی نہیں آتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زباندان واہل زباں کے روزمرّہ میں عموماً ضرور فرق ہوتا ہے" مگر اس تفاوت کا مُہمل سے مطلق علاقہ نہیں ہے"

میرا مطلب صرف یہ تھا کہ مہمل دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ گِڑگُم۔ تُوچی۔ چنڈا۔ غیلو۔ شُٹّے۔ لوشش"

۲۔ خوبصورت۔ کے۔ ہوتے ہیں۔ روٹی۔ بہت۔ درخت"

پہلا ہر جز و مہمل ہونیکے سبب مہمل ہے۔ کسی ترتیب سے لفظوں کو رکھئے۔ کبھی کچھ معنی پیدا نہیں ہوسکتے۔ مگر دوسری صورت فقط ترتیب کے باعث سے مہمل ہے۔ ورنہ ہر جز و ایک کلمہ ہے۔ اسی واسطے ترتیب بدلنے سے متعدد بامعنی فقرے بن سکتے ہیں۔

(۶) یہ بات درست ہے کہ باوجود ترتیب و معنی کے صرف تبدیلی الفاظ سے بھی اصل مصنف کا کلام نہیں رہتا۔ مگر اسکا اثر صرف فصاحت وعدم فصاحت پر ہے نہ اصل خیال پر الخ۔ فصاحت کا تعلق ترتیب والفاظ دونو سے ہے۔ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ صرف تبدیلی الفاظ سے اصل مصنف کا کلام نہیں رہتا تو (فصاحت) ترتیب والفاظ دونو کی تبدیلی پر کیونکر اصل مصنف کا کلام رہ سکتا ہے؟ آپ کی مُسلّمہ صورت میں بھی تو معنی یا خیال بدستور قایم تھا"

(۷) یہ سوال وارد ہی نہیں ہوسکتا کہ ترجمہ گلستاں کسکا کلام؟ الخ

وارد نہ ہونے کی کیا وجہ؟ ترجمہ ہو یا تفسیر۔ جو کچھ زبان وقلم سے ادا ہوگا بشرطیکہ بامعنی ہو وہ کلام میں داخل ہے۔ اور ضرور کوئی نہ کوئی اسکا مالک ہونا چاہئے۔ کیا ترجمہ وقف کی تعریف میں آجاتا ہے؟ وقف جائداد کا بھی قابض اور متولی ہوتا ہے۔

(۸) گلستاں اگر فارسی الفاظ وبندش کے لحاظ سے سعدی کا کلام ہے تو لازم آئیگا کہ جو عربی مولوی قرآن کے مفہوم کو

اپنی ترتیب و الفاظ میں ادا کر رہا ہو۔ وہ اسی کا کلام سمجھا جاوے الخ

بے شک گلستاں فقط ترتیب و الفاظ کے لحاظ سے سعدی کا کلام ہے۔ ورنہ معنی کے اعتبار سے سراسر دوسروں کے واقعات وحالات ہیں۔ اور ہزاروں منقولات کا مجموعہ ہے۔ عربی مولوی کیا اگر خود حضرت پیغمبر صاحب بھی قرآن کے مفہوم کو اپنی ترتیب والفاظ میں بیان فرماوینگے تو اُسکو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ کلام کے اجزا ر پر لاینفک کا لفظ غلط ہو جائیگا۔

(۹) جو کلام سپیکر یا واعظ یا اپدیشک بیان کرتے ہیں وہ اسی کا کلام ہوتا ہے جسکا وہ خیال ہوتا ہے۔ الخ۔

تو آپ فرمائیں کہ ستیارتھ پرکاش سوامی جی مہاراج کی تصنیف کیوں سمجھی جاتی ہے؟ کیا اس میں تمام خیالات فقط بزرگ مہرشی کے ہیں؟ نیز اگر کوئی پنڈت وید کے نکات علمی انگریزی میں بیان کر رہا ہو اور سامعین میں سے ایک شخص حرف بحرف لکھتا جاتا ہو تو آپ اس تحریر کو وید مقدس کا درجہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیوں؟

(۱۰) کلام کا قوی وقریب رشتہ الفاظ و ترتیب سے ہے معنی سے نہیں یہ عبارت آپ کے پہلے خیال کی منافی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ الفاظ کو ہی کلام خیال فرماتے ہیں الخ

منافی کی خوب کہی!! میں نے جو کچھ عرض کیا ہے۔ اُسکا مطلب زیادہ سے زیادہ فقط یہ ہو سکتا ہے کہ کلام کا ضعیف وبعید رشتہ معنی سے ہے۔ نہ یہ کہ کلام میں معنی کی ضرورت نہیں۔ فقط ترتیب و الفاظ کا نام کلام ہے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا کلام دکھا سکتا ہے جس میں ترتیب و الفاظ بغیر معنی کے۔ یا الفاظ معنی بغیر ترتیب کے۔ یا معنی و ترتیب بغیر الفاظ کی ہوں ہرگز نہیں سے این محال ست ومحال ست ومحال"

(۱۱) جب ہمکو مالک کے معنے کا علم نہ ہو اور کوئی شخص بغیر نقل کے کسی مضمون کو اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہے تو یہ کلام معناً ولفظاً اُسی قایل کا سمجھا جائیگا۔ الخ

(۱۲) تو ارد کیحالت میں ہر دو کے کلام کو اُن کے الفاظ و ترتیب و معانی کی رو سے اصلی کلام کہینگے نہ نقلی نہ سرقہ الخ۔

نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ کی دونوں صورتیں مجھے تسلیم ہیں اور اب آئندہ انپر بحث نہ ہونی چاہیے۔ گویا کلام اصلی کی بابت مسلمات فریقین یہ ہیں"

۱۔ معنی۔ الفاظ۔ ترتیب کلام کے تین اجزار لاینفک ہیں۔

۲۔ کوئی جز علیحدہ ہو جانے پر اصل مصنف کا کلام نہیں رہتا۔

۳۔ معنی کے مالک کا ہمکو علم نہ ہو تو کلام معناً ولفظاً متکلم کا ہوگا۔

۴۔ توارد کی حالت میں کلیتہً ہر متکلم اپنے کلام کا مالک ہوگا۔

اب میں چند سوالات توجہ طلب ذیل میں لکھتا ہوں۔ اُمید ہے آپ جواب لکھتے وقت اُنکو پیش نظر رکھینگے تاکہ اس

مرحلہ سے فریقین آگے بڑھ سکیں۔

۱۔ معنی و مسمّٰی کا فرق؟ کلام و متکلم کا تعلق؟

۲۔ خیال و کلام مرادف ہے یا مختلف المعنیٰ؟

۳۔ کلام ہر حالت میں ایک شخص کا ہوگا یا چند کا؟

۴۔ کلام نقلی بھی اصلی کی پوزیشن میں آسکتا ہے یا نہیں؟

۵۔ معناً یا لفظاً کلام میں متصرف کمی بیشی کردے تو اُسکا اثر تبدیلی کیطرح ہوگا یا نہیں؟

اگر آپ بھی پسند کریں اور معزز ایڈیٹر صاحب چند منٹ وقت دے سکیں تو بحث ہذا کو مفید و دلچسپ بنانے کیلئے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ فریقین کے دلایل ملاحظہ سے گذرنے کے بعد مکرمی فاضل ایڈیٹر صاحب اُن پر مختصر آثالثانہ ریمارکس فرما دیا کریں۔ کیونکہ میرے نزدیک آپ کے پیش کردہ دلایل سے فقط معنی کا کلام ثابت ہونا ممکن نہیں۔ خواہ اور دلایل سے محال نہ ہو۔ رہی یہ بات کہ ثالث یا حَکَم کے لئے ضرور ہے کہ کسی فریق میں نہو۔ جب بحث کی غرض محض استفادہ ہے۔ کوئی مناظرہ نہیں ہے تو ہمکو اس باقاعدگی کی ضرورت نہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ معزز ایڈیٹر صاحب آپ کے ہم خیال ہوں۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی کانشنس کے خلاف ججمینٹ کریں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میرے مشرب میں ایسے قابل فاضل دہرماتما اصحاب کی نسبت تائید بیجا کی بدگمانی کرنا نہایت شرمناک بدتہذیبی و کوتہ نظری کی بات ہے۔

مضمون ختم نے سے پہلے التجا کرتا ہوں کہ اگر میرا کوئی لفظ خلاف طبع گذرے تو براہ عنایت محبّانہ چشم و ابرو سے قبا کر مجھے محجوب و منفعل فرمایا جاوے۔ عمداً دل آزاری کا داغ میرے مضمون پر نہ لگایا جاوے۔ والتسلیم مع التکریم۔

نیاز کیش

سید الطاف حسین کاظم

سابق اتالیق ولیعہد بہادر ریاست ٹونک۔

جواب منجانب ہنتلاشی

مولانا مکرم عافاہ اللہ وسلم۔ التسلیم مع التکریم۔ بہت خوشی کا مقام ہے کہ اس وقت تک آپکی طرز تحریر

وصحت محققانہ سے دل کو نہایت فرحت وراحت حاصل ہوتی ہے۔ اور اُس کے واسطے میں آپکی عواطف و مکارم کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ اسدفعہ جو آپکی تحریر کو غور سے دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ تا حال ہماری بحث نزاع لفظی کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ کیونکہ لفظ کلام سے جو میرا مفہوم ہے وہ اور ہے اور آپ جو لفظ کلام کا مورد و مصداق بتاتے ہیں وہ دیگر ہے۔ میں نے لفظ کلام سے وہ مفہوم لیا ہوا ہے جسکو آپنے اپنے الفاظ ہیں لفظ خیال و مسمّٰی سے تعبیر کیا ہوا ہے۔ اگر مجھے پہلے ہی آپکی سابق تحریر سے یہ نکتہ ہاتھ آجاتا تو شاید بحث میں اتنا طول نہ ہوتا۔ آپنے جہاں میرے اِن اعتراضات کے جواب میں (کہ اگر کوئی مولوی قرآن کو اپنے الفاظ میں ادا کرے تو لوگ اُنکی وعظ کو یہ کہتے ہیں کہ ہمنے اللہ کا کلام سُنا ہے وغیرہ وغیرہ) یہ لکھا ہے کہ اس قسم کی کلام اُسی شخص کی کلام ہے نہ کہ خدا کی! اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپنے اِس موقع پر لفظ کلام وخیال کو مترادف خیال نہیں کیا اور میں نے جہاں کلام پر اعتراض کیا ہے۔ وہاں کلام وخیال کو مترادف ٹھیرایا ہے۔ کیونکہ ہماری بحث مطلق کلام کی متعلق نہیں بلکہ کلام الٰہی کے متعلق ہے۔ اور خدا کیواسطے اس قسم کے اجزاء جسکو آپ اجزاء کلام مقرر کرتے ہیں موجود ہونا محال ہے۔ کیونکہ خدا کوئی مادی چیز نہیں اور وہ مادی آلہ نُطق نہیں رکھتا۔ اور الفاظ جو ہوا سے پیدا ہوتے ہیں اور اُنکی ترتیب کا سوائے مادی آلہ نطق (زبان) کے معلوم۔ آپکی تعریف کلام کے بموجب قرآن کلام تو ہوجائیگا۔ اور ماننا پڑیگا کہ یہ کسی کا کلام ہے۔ اور آپکی تعریف کے مطابق وہ اجزاء کلام جس سے متعلق ہو سکتے ہوں گے ایسی جنس کی کلام متصوّر ہونا ممکن ہوگا یعنی یہ تو ہو سکیگا کہ یہ کسی انسان کی کلام ہے قطع نظر اِس سے کہ صحیح ہے یا غلط واقع کے مطابق ہے یا غیر مطابق۔ لیکن یہ بحث امر متنازع فیہ سے خارج ہوجائیگی۔ کیونکہ میرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے کہ کلام انسانی نہیں شیخ سعدی کی گلستاں غیر کتابوں اور دیگر مضمون کے کلاموں کیطرح ایک کلام ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس میں کسکو کلام ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد + اگر خدائی کلام کے متعلق بھی کلام مفہوم وہی ہوتا جو آپ مقرر کرتے ہیں اور جسکو میں بہ انسانی کلام میں تسلیم کرتا ہوں تو پھر مجھے اعتراض کرنیکی ضرورت ہی کیا تھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ کلام الٰہی کے متعلق اِس قسم کا مفہوم متعین کرنا محالات سے ہے۔ اِسواسطے کلام الٰہی کی نسبت اگر کوئی لفظ کلام کا مفہوم متعیّن ہو سکتا ہے تو وہ ہو سکتا ہے جسکو آپ لفظ خیال یا مسمّٰی سے تعبیر کرتے ہیں اور میرا بھی یہ اعتراض ہے کہ اگر قرآن خدا کا کلام ہے اور کلام سے مراد خدا کے اعتبار سے خیالی ومعقول و مسمّٰی ہی ہو سکتی ہے۔ تو یہ کتاب تمام خدائی مقولات کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں غیروں کے مقولات بھی ہیں۔ اور غیروں کے مقولے وہ نقل کیا کرتا ہے جو منقول عنہ سے باعتبار زمانہ کے متاخر ہے جن سے معلوم ہوتا کہ یہ خیالات کسی انسان کے ہیں اور کسی انسان کی زبان سے نکلے ہیں خواہ اس کے الفاظ کی ترتیب

ناقل کی جاہئے ترتیب ہو یا اُس نے غیروں کے مقولات کو اُن کے ہی الفاظ میں بیان کردیا ہو اور اس مجموعہ کو خدا کیطرف منسوب کردیا ہو۔ اگر خدا کے کلام میں بھی الفاظ ہوتے ہیں جنکا تعلق مادّی زبان سے ہوتا ہے تو ضرور خدا کے کلام کو انسانی کلام پر قیاس کر سکتے ہیں اور جسطرح انسانی کلام کیواسطے آپ اجزار لاینفک تجویز کر سکتے ہیں خدا کیواسطے بھی ہو سکتے ہیں مگر میرے خیال میں تو خدا کیواسطے اس قسم کے کلام تجویز کرنا محال۔ جب ایسے کلام ہی محال ہوئے تو الفاظ وغیرہ اجزار کا تجویز کرنا معلوم۔ اگر آپ کسی خیال سے خدا کے حق میں یہ بات ثابت کردینگے کہ وہاں بھی الفاظ حادثہ و ترتیب لاحقہ کا دخل ہو سکتا ہے۔ تو پھر ہماری بحث نزاع معنوی کا لباس پہن سکتی ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو اسوقت تک ہماری بحث لفظی بحث رہی جس سے تضیع اوقات کے سوا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ علاوہ اس کے جو شخص خدا کو متکلم مانتا ہے اور اسکو قدیم جانتا ہے وہ اُس کے کلام کو بھی قدیم مانتا ہے اور وہ کلام جسکے اجزار آپ الفاظ وغیرہ تجویز کرتے ہیں حادث ہیں۔ پس اس سے نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ جس چیز کو لوگ عرف میں کلام الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں وہ کوئی ایسا مفہوم ہے جو اُسکی شان کے لائق ہے نہ کہ الفاظ وغیرہ اجزار کلام انسانی۔ یعنی خدا کے متعلق اگر لفظ کلام کا کوئی مفہوم متعین ہو سکتا ہے۔ تو میرے خیال میں یہی آسکتا ہے جسکو عرف میں لفظ علم و گیان و خیال و رائے و مسمّیٰ و مصداق وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جن کے ذریعے سے یہ ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ انسان کیحالت میں الفاظ ہیں جو حادث ہیں اور جو کلام اُن سے مترتب ہوگی وہ بھی حادث ہوگی اسیواسطے خدا کے کلام میں ایسے اجزار تجویز کرنے سے وہ ایسے کلام کا مالک نہیں ہو سکتا جو حادث ہو۔ بہرحال اگر آپ مطلق کلام کی تعریف میں الفاظ و ترتیب و معنی ملحوظ رکھیں اور اسی اعتبار سے ہر ایک انسان کی کلام دوسرے سے ممتاز ہو سکے خواہ وہ غیروں کے اقوال و خیالات کا مجموعہ ہی ہو۔ تو اس میں شک نہیں کہ قرآن کا مطلق کلام ہونا تو ثابت ہو جائیگا۔ مگر اس سے امر متنازعہ فیہ کو کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن بھی مثل گلستان سعدی کے کسی انسان کا کلام ہے۔ کیونکہ اس پر تعریف کلام صادق آتی ہے تو اس میں کس کو کلام ہے۔ اور اس کے قبول کرنے میں کس کو وہم و گمان ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد + مگر ہماری کلام تو مقید کلام میں ہے۔ یعنی کلام الٰہی۔ اگر خدا اور انسان کے اوصاف کلام کے متعلق متحد ہوتے تو ضرور مطلق کلام کے اجزار الفاظ و معنی و ترتیب تجویز کرنے سے مدعا حاصل ہو جاتا اور بحث بحث معنوی کی شکل میں آکر صداقت کی کسوٹی پر ملمع گر ہوتی۔

اس لئے بحث کو بحث معنوی کی شکل میں لانے کیلئے ضرور ہے۔ کہ دعوے کا مفہوم صاف کیا جاوے تا کہ سائل مدعی کے اصل مطلب کو پاکر جرح و قدح کر سکے۔ میں نے لکھا تھا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہو سکتا۔ یہ میرا دعویٰ تھا۔

ثبوت میں لفظ قرآن و لفظ الہی کو چھوڑ کر صرف لفظ کلام کی شقوق لکھی گئی تھیں۔ اب میں دعوے کے تمام الفاظ کا مفہوم جو میں نے لیا ہے تحریر کر کے اور اسکو قابل اعتراض بنا کر آپکی توجہ مبذول کرتا ہوں تاکہ آپ جیسے فاضل میرے خیالات کی تنقید کر سکیں۔ لفظ قرآن سے اگر وہ چیز مراد لیجاوے جو بین الدفتین ہے۔ تو اُس کے تمام اجزار حادث ہیں وہ صفات الہی ہونے کے قابل نہیں۔ اسی واسطے قرآن سے مراد وہ خیالات ہوسکتے ہیں جنکا تعلق لطیفہ ربانی و امر مجرد سے ہوسکتا ہے۔ کلام سے مراد وہ الفاظ اور اُن کے معانی لازمہ مراد نہیں ہیں کیونکہ یہ صفات حادثہ ہیں۔ جو شے حادث کیواسطے موزوں ہیں نہ قدیم کے لئے۔ اسی واسطے لفظ کلام سے بھی مراد تسمی خیال و علم و گیان ہے۔ جسکا تعلق امر مجرد سے ہوسکتا ہے۔ اللہ سے مراد میں ایک ایسی ذات سے لیتا ہوں جو قدیم بالذات واجب الوجود مادہ سے منزہ ہے۔ امید کہ اس تعریف میں آپ بھی اتفاق کرتے ہوں گے پس اب خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ وہ تمام خیالات و مقولات (جن پر ایک کتاب بین الدفتین کے الفاظ دلالت کرتے ہیں جسکو اصطلاح میں قرآن کہا جاتا ہے) مقولات خدائی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں غیروں کے مقولات بھی درج ہیں۔ اور غیروں کے مقولات وہ درج کرتا ہے جو قائل اول کی بہ نسبت زمانہ میں متاخر ہو۔ اور خدا کا زمانہ میں کسی سے متاخر ہونا محال۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس قسم کا طریقہ انسان اختیار کرتا ہے نہ خدا۔ خدا اگر کسی کے ساتھ کلام کر سکتا ہے۔ تو اُسکی کلام انسان کی کلام کے مشابہ نہ ہوگی جس میں الفاظ حادثہ و تراکیب لاحقہ کا بھی دخل ہے۔ اگر کسی درجہ میں مکالمہ الہی ممکن ہے تو شاید اُس کے یہ معنی ہوسکیں کہ اس انسان کامل پر کوئی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جس سے اُس کے دل میں کوئی تازہ اثر پیدا ہوتا ہے جسکو وہ اپنے الفاظ میں دوسروں کے سامنے ادا کرتا ہے۔ اور اُسکا نام کلام الہی رکھتا ہے۔ لیکن اگر وہ کلام ایسے وقت ہوگا کہ اس سے پہلے بہت زمانہ گزر گیا ہوگا۔ اور وہ خیالات ایسے ہوں گے کہ جن سے لوگوں کے کان آشنا ہوں گے۔ یا وہ خیالات ایسی کسی پیشتر کتاب میں درج ہوں گے تو ایسے وقت میں معترض کے واسطے قرینہ قوی ہوسکتا ہے۔ کہ ضرور یہ خیالات بھی خدائی خیالات نہیں ہیں۔ صرف اپنی مطلب براری کے واسطے خدا کیطرف منسوب کر رہا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسے وقت میں جبکہ اس سے پہلے کوئی کتاب جہان میں نہ ہو اور ابھی دنیا کا آغاز ہو یہ کہے کہ مجھے مکالمہ الہی کا شرف حاصل ہے اور میں جو تم سے کہتا ہوں یہ کلام الہی ہے۔ اور کلام سے اسکی مراد وہ تاثرات قلبی ہوں جو انسان کو کسی درجہ ترقی روحانی میں حاصل ہوسکتے ہوں۔ نہ کہ اس کے الفاظ مخصوصہ تو ایسے وقت سننے والے اس کے خیالات کو (جو انکی اپنی عقل سے حاصل نہ ہوسکتے تھے) ہاں سکتے ہیں کہ ممکن ہے۔ کہ یہ خیالات کسی اعلیٰ طاقت کے ہوں۔ اور ایسی حالت میں کوئی

قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ شبہ پیدا ہو سکے کہ یہ خیالات بھی اگلے لوگوں کے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص قرآن کو کلام الٰہی تصوّر کرتا ہے۔ وہ کلام سے مراد الفاظ حادثہ و ترتیب لاحقہ اور الفاظ و معنی کا تعلق حادث سے ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کلام کو جب خدا کی صفت قرار دیا جا تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ کلام کوئی اوصف ہے جو قدیم ہے جس میں حدوث کا شائبہ نہیں اور وہ کلام جو الفاظ حادثہ وغیرہ کی اجتماع سے انسانی اصطلاح میں و عرف عام میں کلام کہلاتی ہے۔ ایسی کلام کا تعلق خدا کی ذات سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ کلام حادث ہے۔ اور ذات قدیم کی صفت امر حادث نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ کلام سے مراد جو قابل اعتراض ہے۔ وہ مقولہ و مصداق و خیالی ہے۔ اور وہی اعتراض ہے۔ کہ جمیع قرآن خدا کا مقولہ نہیں ہے۔ جس سے شبہ پڑتا ہے۔ کہ صرف کسی انسان نے کسی مصلحت وقتی کیواسطے زمانہ کی ضرورات کے موافق اسکو کلام الٰہی سے تعبیر کر دیا ہو۔ اور اس بات کو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ عقلمندوں کو ایسی ضرورت پڑا کرتی ہوگی۔ اِس تقریر سے آپ کے چند سوالات کا جواب بھی نکل آتا ہے۔ یعنی میرے نزدیک اس اعتراض میں لفظ خیال و کلام مترادف ہیں۔ معنی و مسمی کو میں نے اس اعتراض میں ہم معنی خیال کیا ہے۔ باقی سوالوں کا جواب اس حالت میں دیا جا سکتا جبکہ ہماری بحث بحث معنوی کے رنگ میں ہوتی۔ میں نے زوائد کو نظرانداز کر کے اور حشو و تطویل سے کنارہ کر کے محض افہام مقصود کے لئے چند سطور نقل کر دی ہیں۔ اگر آپ استنافاً اس مفہوم پر توجہ کر کے فائدہ رسانی کی غرض سے اپنی قیمتی رائے سے ممنون و مشکور کریں گے تو بندہ اس سے استفادہ کر کے آپکا مرہون منّت و ممنون احسان رہیگا۔ امید کہ آپ میری اس ٹوٹی پھوٹی عبارت سے میرے مافی الضمیر کو اخذ کر کے اور الفاظ پر نظر نہ کر کے اپنی رائے رزیں و فکر متین سے اپنا گرویدہ بنائینگے فقط

(آپکا تہ دل سے مشکور متلاشی)

ہمیں اپنے عنایت فرما مسٹر کاظم صاحب کے حکم کی تعمیل سے تو انکار نہیں لیکن دورانِ بحث میں ہم کسی مقسم کی رائے زنی کرنا غیر مناسب سمجھتے ہیں مسٹر ممدوح کا اون کے اس حسن ظن کے لئے جبکہ اونھوں نے ہمارے حق میں اپنی خلوص نیت سے اظہار فرمایا ہے تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے بادب ملتمس ہیں کہ آپ اس معذوری سے لئے ہمیں معاف فرماویں خاتمہ بحث پر ہم اپنی رائے کا اظہار (بشرط ضرورت) کرنیکو حاضر ہیں

(خاکسار ایڈیٹر)

مباحثہ دربارہ الہام

(سلسلہ کیلئے دیکھو میگزین ہذا بابت ماہ دسمبر سنہ۱۹۰۰ء)

یہ ثابت ہو گیا کہ میرا دعویٰ دراصل دعوے الہام ہے جب ہی تو آپ تیاری کرتے ہیں۔ اگر یہ بات نہیں تو آپ کو دلیل دیتے ہوئے کیا دقت محسوس ہوئی جو آپنے منتر نمبر ۲ سے پیش کردہ بیان کی تردید نہ کی۔ صاحبان اس کے برخلاف جو کتاب ہو سکتی ہے اُسکی بھی صورت سوچ لیجئے۔ منتر کہتا ہے کہ وید سچائی کو ظاہر کرنیوالے ہیں اس کے خلاف مولوی صاحب الہام اُسکو مانتے ہونگے جو جھوٹ کو ظاہر کرنیوالا ہو۔ پھر منتر بتلاتا ہے کہ وید جملہ انسانونکو نیک اوصاف حاصل کرانیوالے ہیں۔ کیا ہیں کہ برخلاف مولوی صاحب اُسکو الہامی کتاب مانینگے جو جملہ انسانونکو بد اوصاف حاصل کرانیوالی ہو۔ گو مولوی صاحب نے دلیل نہیں دی لیکن اگر دیتے تو بجز اسکے کیا ثابت کرسکتے پس ایسے الہام کو جو جھوٹ کو ظاہر کرنے والا اور بد اخلاقی کا معلم ہو ہمارا سو کوس سے سلام ہے۔

اب جو آپنے ہمارے دعوے کے مقابل قرآن شریف سے بہت خوشی کے ساتھ دعویٰ نکالا ہے ہم اُسکی پڑتال کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل تمہارے پاس آچکی ہے اور ہمنے تمہاری طرف روشن نور قرآن اوتارا ہے بیشک یہ قرآن بڑی مضبوط راہ کی ہدایت دیتا ہے" بس یہ لکھکر آپنے فقرہ ہی ختم کر ڈالا۔ کچھ تو تشریح کی ہوتی لیکن کرتا کون؟ اس پر ہمارے چند اعتراضات ہیں:۔

(الف) دلیل جیسا کہ کل منطق دان مانتے ہیں انسانی خاصہ ہے اور دلیل بواسطہ علم کے جاننے کا ذریعہ ہے۔ اور دلیل رکھنے والا علم خارجی طور پر حاصل کرتا ہے۔ کیا خدا مثل ہم محدود طاقت رکھنے والوں کے دلیل رکھنے والا ہے۔ اگر ہے تو قوائے عقل (بدھی) بھی رکھتا ہوگا۔ اگر رکھتا ہوگا تو وہ کس سے علم حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ جو دلیل (ذریعہ علم حاصل کرنیکا) رکھتا ہے وہ اپنے اندر علم نہیں رکھتا۔ پس اگر دلیل رب کی ہے تو رب متلاشی علم ٹھہرا۔

(ب) اور یہ دلیل رب کی سب لوگوں کے پاس آئی ہے یا صرف عربیوں کے پاس۔

(ج) اگر رب نے دلیل اپنی بانٹ دی ہے تو کیا اُسکی دلیل اپنے پاس کل ہے یا جزو۔

(د) اُس نے روشن نور قرآن اتارا ہے۔ کہاں سے اُتارا ہے۔ اور تمہاری طرف سے مراد اگر سب لوگوں سے ہے تو خدا کا اس سے پیشتر یہ کہنا کہ اے محمد! الہام کیا میں نے تیری طرف غلط ہو گیا۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں کہ وید چار رشیوں کے من میں پرکاش ہوئے تو ہم یہ نہیں کہتے کہ سب لوگوں پر ظاہر ہوئے۔ اس آیت میں باب کا

یہ کہنا کہ "اے لوگو تمہاری طرف قرآن اُتارا ہے"۔ بلاشبہ اس آیت کی تردید کر رہا ہے کہ قرآن حضرت صاحب پر اُتارا گیا تھا۔ اب مولوی صاحب بتلائیں کہ کونسی رب کی بات سچی ہے۔

(ک) ابھی مولوی صاحب کہتے تھے کہ قرآن میں استعاروں سے کام نہیں لیا گیا ہے کہ قرآن میں خدا کو اس خیال سے باپ نہیں کہا گیا کہ کہیں لوگ اُلٹا نہ سمجھ لیں۔ اب مولوی صاحب بتلائے کہ قرآن کو نور روشن کہا گیا ہے کیا یہ روشنی ہے شعلہ ہے یا یہاں پر استعارہ ہے۔ اگر استعارہ ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن جب اس قسم کا استعارہ آپ وید میں دیکھتے ہیں تو کیوں خواہ مخواہ اعتراض کرنے لگجاتے ہیں۔

(ل) یہ قرآن بڑی مضبوط راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ اسکا مطلب کیا ہے۔ کیا اس میں پختہ سڑک کا ذکر ہے۔ اگر یہاں استعارہ ہے تو پھر مولوی صاحب آپ کے خدا نے وید منتروں کی نقل پر استعارہ سے کیوں کام لیا اور آپکی اُس تقریر کی کہ کہیں لوگ خدا کو باپ سمجھکر شرک میں نہ پڑ جائیں قرآن میں باپ کا لفظ ہی نہیں آیا۔ لیکن یہاں بڑی مضبوط راہ کیوں لکھدی۔

(م) بڑی مضبوط ہر ایک چیز ہو سکتی ہے بھلی یا بُری۔ راہ سیدھا اور ٹیڑھا دونوں ہو سکتے ہیں۔ پس کیوں نہ کہا کہ بڑے مضبوط نیک راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ یہ مُبہم عبارت کیا کافی ہے؟

آپنے منتر ۵ کے متعلق کچھ لکھا ہی نہیں۔ اگر اس میں سے بھی دعوئی الہام نہیں نکل سکتا تھا تو حسب معمول لکھدیتے اور اگر دعوئی الہام نکلتا تھا تو مہربانی فرماکر کہدیتے کہ صرف اسی منتر سے دعوئی الہام نکلتا ہے اور اُس حالت میں بندہ آپکی ہدایت کو یاد کراتا کہ خواہ ایک ہی منتر سے دعوی الہام نکل آئے کافی ہو سکتا ہے۔ آپکا منتر ۵ کے مضمونکو چھوڑ جانا اور اُس پر کچھ بھی نہ لکھنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس کے متعلق لکھنے کے لئے آپکو کچھ بھی نہ سوجھا۔ لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ناظرین کو یاد دلاویں کہ اس منتر کے متعلق ہمنے رسالہ ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۹ و ۲۰ پر جو لکھا تھا اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ :-

وید ملفوظات کا بہت گہرا سمندر ہے۔ جُملہ ملفوظات اپنی اصلی حالت میں وید میں پائے جاتے ہیں۔ اور انسان اپنے عقل کے ذریعہ وید سے علمی خزاین پا سکتا ہے۔ اور آخر میں ہمنے لکھا تھا کہ "اس قسم کی اعلیٰ علمی باتیں قرآن سے ڈھونڈھنا سراسر لاحاصل ہے۔ وہاں تو ابراہیم اور قربانی کے قصے کہانیاں بھری پڑی ہیں"۔ اگر ہمارے وید منتر کی فرمودہ اصول کی مولوی صاحب تردید نہیں کر سکتے تھے تو اِس آخری حصہ کا ہی کچھ تو جواب دینے کی کوشش کرتے۔

منتر ۶ کے متعلق آپ اور تو کچھ لکھ نہیں سکے صرف یہ کہدیا کہ پرکاش کا لفظ الہام کے معنوں میں نہیں آ سکتا۔

جناب من میرا تو دعویٰ ہی نہیں کہ پرکاش الہام کا ٹھیک مترادف ہے۔ بلکہ میں پہلے مفصل طور پر لکھ چکا ہوں کہ پرکاش کا لفظ الہام جیسے ناقص لفظ سے بدرجہا بہتر ہے۔ آگے آپ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا دیگر اشیاء کو پرکاش کرتا ہے اس لئے وید بھی مثل دیگر اشیاء کے ہو گیا۔ حالانکہ آپکو بتلایا جا چکا ہے کہ اگر ہم کہیں کہ گدہا ہے اور ساتھ ہی کہیں کہ انسان ہے تو کیا چونکہ ہے کا لفظ گدہا اور انسان دونوں کے ساتھ لگتا ہے۔ اس لئے انسان بھی گدہا ہو گیا یا گدہا انسان ہو گیا مجھے آپکا یہ منطق سمجھ میں نہیں آتا۔ خدا ہے اور میں ہوں۔ کیا میں خدا ہو گیا۔ یہ کیا اعتراض ہے؟ آخر میں آپ کہتے ہیں کہ الہام کا کوئی لفظ اس میں نہیں۔ واہ مولوی صاحب واہ! کبھی سنسکرت کے وید میں بھی الہام کا لفظ آپکو مل سکتا ہے۔ شاید اسی دھن میں پڑکر آپ غلطی کھاتے رہیں۔ اگر میں کہوں کہ قرآن میں پرکاش کا لفظ نہیں اس لئے قرآن الہامی نہیں تو مجھے ہر ایک پاگل نہ کہے گا کہ عربی کی کتاب سے سنسکرت کا لفظ ڈہونڈہتا ہے۔ سوچئے تو سہی کہ آپ لکھ کیا رہے ہیں؟

منتر ۸ کا چونکہ آپ کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس لئے اُس کے متعلق آپنے نہیں لکھا۔

منتر ۹ یہانپر آپ وہی غلطی پھر کرتے ہیں۔ سنسکرت میں عربی کا لفظ ڈہونڈہتے ہیں۔ اور آپکا یہ کہنا کہ کونسی چیز ہے جسکا مالک خدا نہیں ہمارے دعویٰ کو مضبوط کرتا ہے اور آپکا سنسکرت دانی میں ٹانگ اڑانا سراسر دخل در معقولات کا معاملہ ہے۔

منتر ۱۰ و ۱۱ وہی سخت غلطی آپنے کھائی ہے کہ سنسکرت سے عربی کی امید کرتے ہیں۔

منتر ۱۱ کے متعلق بھی سر ہنوالی کیطرح وہی غلطی عاید ہو رہی ہے۔

منتر ۱۲ کے متعلق بھی آپکا یہ وہم کہ عربی کا لفظ الہام وید سے نکل آئے سراسر بے سود ہے۔ آگے چلکر آپنے وہی کا ہتر اراگم آلاپ دیا کہ چونکہ وید میں بزرگوں کی اطاعت کرنی لکھی ہے اس لئے یہ ابتدائی دنیا میں نہ تھے۔ لیکن اسکا جواب منتر ۸ میں آچکا تھا اور اس سے پہلے بھی مفصل ذکر کر چکا ہوں شاید یہی وجہ کہ منتر ۷ پر آپنے خیال تک نہیں کیا۔ خیر۔ آگے خود ہی جج بنکر فیصلہ دیتے ہیں کہ وید کو الہامی دعویٰ کرنیکا حق حاصل نہیں۔ شکر ہے کہ آپ قرآن کا حق تو ثابت کر چکے۔ آگے آپنے میرا شکریہ ادا کیا ہے جسکے لئے میں تہ دل سے آپکی مہربانی کا مشکور ہوں اور سچے دل سے آپکا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پھر آپ رسالہ جنوری ۱۹۱۰ء کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں علم کا لفظ آتا ہے آپ وہاں وید لکھدیتے ہیں حالانکہ وید کے معنے بھی گو علم کے ہیں مگر وید کتاب کا نام ہے۔ چونکہ شرط ۱ میں آپ مان چکے ہیں کہ الہام علم کے معنوں میں آتا اور ساتھ ہی چونکہ آپنے وید سے نکال کر کوئی حوالہ اسبات کی تائید میں نہیں دیا کہ وید کتاب کا

نام ہے لہذا آپکا دعویٰ داخل دفتر کیا جاتا ہے۔
پھر آپ طویل مگر بے معنی تحریر کے بعد لکھتے ہیں کہ ناموں میں اصل ترجمہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اسکا جواب کافی دیچکا ہوں کہ وید کے جملہ الفاظ مشتق یا بامعنی ہیں اور رشی منیوں تک کے پرمان دیچکا ہوں لہذا آپکی عبارت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔
(فقرہ ہفتم) میرے اس سوال کا جواب کہ غیر ملکوں کے نبیوں کا نام قرآن میں کیوں نہیں آیا۔ آپ یہ دیتے ہیں کہ اسکی ضرورت نہتھی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں ضرورت نہتھی۔ اگر ابراہیم اور لوط وغیرہ کی فہرست دینے کی ضرورت تھی تو کان فیوشس وغیرہ کے نام کی ضرورت کیوں نہتھی۔ مناسب تو یہ تھا کہ قرآن کی فہرست کی ضرورت برہان سے ثابت کرتے اور دیگر ملکوں کی عدم ضرورت میں دلایل دیتے۔ لیکن یہ کہکر ٹالدیا کہ ضرورت نہتھی۔ خوب! بابا میں نے کہا تھا کہ خدا کے ساتھ محض لفظ ایک کے لگا دینے سے اُسکی بزرگی ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر اوصاف نیک بھی ساتھ نہوں اور مثال دیکر بیان کیا تھا کہ کیا ہم چور کو ایک چور نہیں کہہ سکتے۔ اسکا جواب کبھی ممکن نہ تھا کہ آپ دیتے سو نہیں دیا لیکن یہ کہنے لگے کہ "مباحثہ میں سماج کی سی معمولی باتیں نہیں سُنی جایا کرتیں۔ میدان مناظرہ میں ذرا چست و چالاک ہوکر آنا چاہئے"
یہ کونسا منطق ہے جو آپنے لکھا ہے۔ آپ دلیل کی مدد سے میرے اس اعتراض کو معمولی ہی ثابت کردیتے۔ لیکن معمولی ثابت ہوجانے سے بھی آپ اپنا پلہ نہیں چھڑا سکتے تھے۔ آپکو غلط ثابت کرنا چاہئے تھا۔ منطق میں اعتراض معمولی کے لئے اُسکا غلط ہونا ضروری نہیں۔ میں آپکی خاطر مان لوں کہ یہ معمولی اعتراض ہے لیکن مولوی صاحب غلط تو نہیں۔ اس اعتراض کو معمولی ثابت کرنے کے لئے ہی یہ شعر آپنے لکھا ہے سو اہل عقل غور سے سوچیں کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ ؎

"سمجھکر پانوں رکھنا میکدہ میں ماسٹر صاحب ** یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں"

اگر واقعی آپ علمی اور منطقی مباحثہ کو شراب خانہ پاجائے بیہودہ بکواس سمجھتے تھے تو مجھے پہلے ہی مطلع کردیتے مجھے بیہودہ بکواس سے سخت نفرت ہے۔ پگڑی اُچھلتی ہے کیا معنے کہ عزت اُتاری جاتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ جیسے شراب سے متنفر شخص نے یہ شعر کیا سمجھکر لکھدیا۔ شعر جسکا چورایا تھا اُسکی بھی پوری نقل نہ کرسکے۔ ماسٹر صاحب کا لفظ گھر سے گھڑکر لگادیا۔ تاکہ ہم بھی شاعروں میں گنے جائیں۔ مباحثہ تھا یا مشاعرہ؟ اس تمسخر کے بعد جناب لکھتے ہیں کہ "بہمہ صفات کمال موصوف ایک خدا ہے"
شکر ہے۔ کہ سچائی آپ کے قلم سے نکل گئی۔ ابھی تو معمولی اعتراض کہتے تھے اب اُسکے جواب دینے کا فکر پڑا۔ لیکن بہمہ

صفات موصوف کی تعریف تک نہیں۔ اور کہتے ہیں رسالہ جنوری ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۲۶ پر درج ہے اور اُس بتلائے ہوئے کا کیا نتیجہ ہوا اور اسکا کیا ہوگا اور دل کا غبار اس شعر سے نکالا کہ ؎ اگر صد باب حکمت پیش ناداں۔ وغیرہ۔ پھر بہت سے چٹکلے اور مذاق لکھنے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ "خدا کی ذات کی نسبت قرآن اعلیٰ درجہ کی محبت کا حکم دیتا ہے" یعنی

"مسلمان ایمانداروں کو خدا کے ساتھہ سب سے بڑھکر محبت رکھنی چاہیئے"

جناب من یہ تو ٹھیک لیکن یہ کہاں پر ہے کہ خدا بھی ہمیں محبت کرتا ہے۔ سچ ہے وہ تو ہے ہی نہیں کیونکہ خدا کو ڈر تھا کہ اگر میں نے اپنے آپکو باپ کی مانند محبت کرنیوالا ظاہر کیا تو کہیں خرابی نہ ہو جائے۔ پس جو کچھہ آپنے خدا کی محبت کے متعلق بتلایا وہ آدھا ہی بتلایا۔ خیر آپکا بھی قصور کیا ہے اگر قرآن میں ہو نہیں تو آپ گھر سے لائینگے۔

پھر عربی کا شعر لکھا ہے اور ترجمہ نہیں دیا اس لئے میرے لئے اُسکا عدم وجود برابر ہے۔

لیکن جناب بتلائے تو کہ صرف مسلمانوں کو خدا سے محبت کرنی چاہیئے یا جملہ انسانوں کو۔ گویا خدا مسلمانوں کا ہے بنی نوع انسان کا نہیں۔ عالمگیر محبت تو اس آپکی پیش کردہ آیت سے نہ نکلی۔

پھر آپ لطیفہ بازی پر اتر آئے ہیں مجھے فرصت کم ہے ورنہ ہیرآبل کی کتاب کے صفحے نقل کر دیتا اور مولویصاحب کی تھکاوٹ بھی دور ہو جاتی۔ پھر لیٹے ہوئے کو پسینے لگ گئے ہیں۔ آگے مجھے عربی منطق کی کسی کتاب کا پڑھنا ضروری بتلاتے ہیں لیکن نام تک نہیں دیا کہ کونسی پڑھوں۔ میں تو سمجھ رہا ہوں کہ منطق کے اصول سنسکرت عربی اور انگریزی فلاسفی میں یکساں ہیں لیکن اب مولوی صاحب کی تحریر سے پتہ لگ گیا کہ عربی کا منطق ناقص ہے کہ جسکو پڑھے ہوئے ہونے کیوجہ سے شاید درست طریق پر منطق کی رو سے دلیل نہیں کر سکتے۔ پھر آپ ویدک تعلیم مقابلہ پر چاہتے ہیں سو اس جواب کے آخر میں وہ بھی عرض کر دونگا۔ لیکن اب عربی منطق سے جو کام لیا ہے وہ بھی دیکھئے گا۔ آپ لکھتے ہیں کہ اس درخواست اور دعوے کے مقابلہ میں ویدک تعلیم کا ایک حرف بھی نہ لکھنا قرآن کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے برابر ہے۔

کیا مولوی صاحب یہی عربی منطق ہے جس کے پڑھنے کی ہدایت خاکسار کو کر رہے ہیں۔ مجھے پتہ نہ تھا کہ عربی منطق کی تحصیل آپ یہ سب کچھ لکھہ رہے ہیں۔ ایسی عربی منطق کو ہمارا اسلام ہے۔ آگے سوامی جی پر ہاتھہ صاف کیا ہے لیکن رگوید آدی بھاشی بھومکا کا سمجھنا عربی منطق کی مدد سے میری مہربان محال ہے۔ رسالہ آریہ مسافر میگزین میں تار برقی کے متعلق میرا ایک مضمون آپنے پڑھا ہوگا اُس کے مقابلہ پر قرآن شریف سے ایک مضمون تو لکھکر چھپنے کے لئے ہر دوار بھیجدیں۔ یہ مضمون اس تحریر کے خاتمہ پر بطور ضمیمہ شریمان مہاشے

وزیر چند جی شائع کرادیں گے۔ تار برقی اور غبارہ بازی پر تمسخر تو آپنے کرلیا۔ اُس کی تردید میں کوئی ایک کتاب لکھیے گا۔

آخر میں آپ کرشن جی کو سب کے مسلمہ گرو بتلاتے ہیں۔ کیا وہ آپ کے بھی گرو ہیں۔ اگر نہیں تو سب کے مسلمہ گرو آپنے کیسے لکھدیا۔ جناب من ہم وید کے مقابلہ پر گیتا کو معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ لیکن قرآن کے مقابلہ پر گیتا کو بہت بڑھکر پاتے ہیں۔

پھر آپنے اپنی بھول جانے کی عادت کا ثبوت دیا ہے کیونکہ آپ لکھتے ہیں کہ گواہ سوشیل لائف ملہم ہو حالانکہ شرائط پیش کردہ میں آپ مان چکے ہیں کہ سوشیل لائف ملہم کا الہامی کتاب میں ہونا ضروری نہیں۔ مگر یاد رکھنا بھی آپکو مشکل ہے خیر۔ آخری فقرہ آپکا لطیفہ کا خوب کام دیتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ اگر وید میں دعوئے الہام ہو بھی تو چونکہ دعوئے ہی دعوئے ہے گواہ معدوم لہذا نتیجہ معلوم؛ لیکن مولوی صاحب! جائے اُستاد خالیست۔

لیجیے ہم آپکی غلطی بتلاتے ہیں۔ آپ کے لطیفہ میں زچ کا لفظ نہیں آیا اس لئے گواہ کسکو گواہی سُنائیں گے۔ پس مدعا ثابت۔ خاتمہ پر آپنے یہ شعر لکھے ہیں۔

جمالِ حسن قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ؛ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں ملتی نظر میں غور کر دیکھا ؛ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

آپ کے اِن اشعار پر میں مختصر سے چند اعتراضات کرتا ہوں:۔

(۱) قرآں کا حُسن بقول آپ کے ہر مسلمان کا نور جاں ہے۔ لیکن اگر اسکو آپ الہامی مانتے ہو تو کہیے کہ ہر ایک بشر جو روئے زمین پر ہے اُسکا نور جاں ہے۔ مگر چونکہ اُسکی تعلیم عالمگیر ہے نہیں اس لئے آپکا ہی لکھنا درست ہوا۔

(۲) آپکا چاند قرآں ہے۔ کیوں نہیں کہتے کہ کُل دُنیا کے لئے چاند ہے۔

(۳) درحقیقت قرآں چاند ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ لیکن آپکو واضح رہے کہ چاند میں مثل زمین کے اپنی ذاتی روشنی نہیں ہے۔ جو کچھ چمک دمک ہے وہ سب یہ آفتاب سے حاصل کرتا ہے اسی طرح پر قرآں میں اگر سچائی کہیں کہیں پر ہے تو وہ نور اس چاند کا اپنا ہو نہیں سکتا وہ اُسنے وید کے آفتاب سے لیا ہے۔

(۴) گو نظیر اسکی نہیں جمتی۔ جناب من جب آفتاب کو دیکھیگا تو یہ کسوف و خسوف والی چاند کی مات ہو جائیگی۔ کیا مجال چاند کی کہ آفتاب کا مقابلہ

(۵) جس کے آگے چاند نہیں ٹھہر سکتا وہی آفتاب وید یکتا اور کلام پاک ایشور کا ہو سکتا ہے نکہ چاند۔

(نوٹ عـ۱) میں آپکا اور آپکے منشی حبیب اللہ صاحب کا جنہوں نے میرا شکریہ آپکے رسالہ میں کیا ہی
تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں فقط

(خاکسار آتمارام امرتسری)

(نوٹ عـ۲) وید اور قران کی تعلیم کے مقابلہ میں ضمیمہ عـ۱ نیچے ملاحظہ فرمایئے گا۔ اور تار برقی کا
مضمون رسالہ ہذا میں نکل چکا ہے اُس کو بھی ملاحظہ میں لایئگا۔

ضمیمہ ۱

ویدک تعلیم اور قرآنی تعلیم کا مقابلہ

(۱) دہریوں کے جواب میں قرآنی آیات مولوی صاحب نے جو پیش کی ہیں (دیکھو رسالہ دسمبر جنوری ۹۰ء) یہ ہیں۔ "ہماری قدرتِ کاملہ کی نشانی رات کا وقت ہی جس سے ہم دن کی روشنی کو نکال لیتے ہیں۔ اور سورج اپنے وقت تک چلتا ہے وغیرہ"

مولوی صاحب عربی دہریوں کو متکلم قرآن نے اس جواب سے چپ کرادیا ہو تو کچھ عجب نہیں لیکن انیسویں صدی کی سائنس دان دہریوں کو یہ سائنس کے خلاف کبھی تسلی نہیں کرا سکتا سائنس دان اور اُن کے ساتھ ہم بھی آپ سے پوچھیں گے کہ رات کے وقت سے دن کی روشنی کو نکالنے کا کام اندھیرا ہے۔ وقت کیا چیز ہے جس سے روشنی کو نکالا جاتا ہے اور "رات کے وقت" سے کیا مراد ہی؟ سورج اپنے وقت تک چلتا ہی کیوں نہیں لکھا کہ اپنے محور کے گرد اپنی ہی جگہ پر گھومتا رہتا ہی؟ اگر سورج چلتا ہے تو وقت کے بعد ٹھیر بھی جاتا ہوگا انہیں غلط باتوں سے جنکی تردید مڈل کے طلبا بھی کر سکتے ہیں آپ بار بار مجھے قرآنی تعلیم اور ویدک تعلیم کے مقابلہ کی درخواست کرتے تھے۔

(۲) "خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو کام میں لگادیا ہے ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا ہے"

مولوی صاحب اسکے بعد ٹھیر جاتا ہوگا یہ کیا خلاف عقل بات آپنے پیش کر دی۔

(۳) "ہماری ہستی کی نشانی زمین ہے جس کو بارش سے سر سبز کر دیتے ہیں وغیرہ"

بس یہی دلیل ہے جس سے آپ دہریوں کو قرآن کے خدا کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔ یہ دلائل سُنکر تو لوگ زیادہ دہریہ بنیں گے۔ دہریہ لوگ بھی کب انکار کرتے ہیں کہ خشک زمین کو بارش سر سبز کر دیتی ہی اور

یہی دلیل قرآن دیتا ہے۔ دہریہ تو کہتے ہیں کہ زمین پر بارش کے پڑنے سے قدرتاً اور فطرتاً ہی روئیدگی ہو جاتی ہے اسمیں خدا کی بیچ میں ضرورت کیا ہے اور مثال کے طور پر وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح لوہے کو ایک پتھر کھینچ لیتا ہے اسی طرح پر بارش کا مٹی سے میل سبزی پیدا کرتا ہے کیا آپکی اس بات کا جواب قرآن شریف میں کہیں پر ہے اسی دلیل کو لیکر یوروپ کے سائنس دان دہریہ بن رہے ہیں۔ لیکن یجروید ادھیائے ۴۰ میں وید نے اسکا جواب دیا ہے کہ :۔

ایشور ہی حرکت مجسّم ہے مادہ میں حرکت نہیں یہ جڑ پدارتھ ہے اور اس کو سائنس کے محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ میٹر انرٹ ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ وید کے مفسر رشی بھی کہتے ہیں کہ "سبھاوکی گیان بل کریہ چہ" یعنی ایشور طبعاً ہی علم۔ طاقت اور حرکت کا منبع ہے۔ اسوقت مغرب کے دہریہ لوگ مادہ اور حرکت دو چیزوں کو مان رہے ہیں لیکن انکو پتہ نہیں کہ حرکت کہاں سے آتی ہے اُسکا جواب وید دے رہا ہے نہ کہ آپ کا قرآن۔ پس دہریوں کو تسلی دینا قرآن کا کام نہیں ہے:۔

(۴) "خدا نے زمین کو پھیلایا ... اور رات کو دن سے اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے"

واہ مولوی صاحب واہ سائنس کے زمانہ میں آپ یہ دلایل لکھ رہے ہیں۔ خدا نے زمین کو کہاں سے پھیلایا۔ اور رات کو دن سے اور دن کو رات سے کیسے ڈھانپتا ہے رات دن ہیں کیا؟ ان کی اصلیت تو بتائی ہوتی۔ کیا ان کو سرپوش مان رہے ہو:۔

(۵) "جس کو ہم عمر دراز کرتے ہیں اس کی پیدایش الٹی کر دیتے ہیں"

میڈیکل کالج لاہور میں اس کی تشریح چھاپ کر بھیج دینی چاہئے۔ کیا پیدایش کا طریق کسی کا کبھی اُلٹا ہوا ہے؟ اور دراز عمری خدا کی مرضی پر منحصر ہے یا لوگوں کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے اس سے تو پایا گیا کہ خدا جس کی چاہے عمر دراز کر دے۔ واہ خوب اندھیر ہے:۔

(۶) "کوئی شک نہیں اے رسول تیرے رب کی طرف ہی سب چیزوں کی انتہا ہے"

خوب! رسول کا رب ہے۔ دنیا اور کل لوگوں کا نہیں سب چیزیں خدا میں جا کر ختم ہو جاتی ہیں تو خدا سے ہی نکلی ہوں گی تو خدا مثل روئی اور چیزیں مثل کپڑے کے ہوئیں۔ دہریہ لوگ کہتے ہیں کہ مادہ میں ہی سب کچھ ہے قرآن بھی دوسری قسم کا دہریہ پن سکھلاتا ہے جو بتلاتا ہے کہ سب چیزیں خدا کا ہی جزو ہیں:۔

(۷) "میرے سوا کوئی معبود برحق مالک الانصاف نہیں اور اس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں"

خدا کے برحق ہونے کے دو گواہ ہیں ایک عالم دوسری فرشتے ۔ عالموں سے تو ہم گواہی پوچھ سکتے ہیں لیکن فرشتے کون ہیں اور کہاں ہیں؟ جن سے گواہوں کا کام لیا جاوے۔ اگر فرشتے فرضی ہیں تو فرضیات کا الہامی کتاب میں ذکر ہونا کیا درست ہے؟ مولوی صاحب آپنے بیان تو کیا ہوتا کہ فرشتے کہاں ہیں جن سے بات چیت کیجاوے :-

(۸) "اے رسول اگر تو بھی شرک کرے گا تو تیرے بھی نیک عمل ضائع ہو جائیں گے"

واہ یہ خوب انصاف پسند خدا ہے۔ ایک آیندہ کی جانیوالی بدی کی سزا دینے کے بجائے پچھلے بھی نیک عمل ضائع کر دیتا ہے رسول کو خصوصیت سے کیوں کہا جب کہ وہ سب پر برابر نظر عنایت رکھنے والا ہے۔ انصاف کے تو یہ معنی ہیں کہ جتنا کوئی کرے اُتنا بھرے نہ کہ ایک بُرے کام کی سزا میں سب نیک کام ضائع کر دئے جائیں۔

(۹) "خدا شرک کو ہرگز نہ بخشے گا"

لیکن خون ریزی تو بخش دے گا۔ ایک ذہنی غلطی کو بخش نہیں سکتا اور خون ریزی بخش دیتا ہے۔ سلام ہے ایسے خدا کو :-

(۱۰) "مکہ کے مشرکوں سے جو کعبہ میں بُت پرستی کرتے تھے فرمایا کہ اس گھر کے مالک یعنی صرف خدا کی عبادت کریں گے"

قرآن میں ہمیں کہیں یہ تو نظر نہ آیا کہ خدا محیط کل ہے ایک بُت خانہ کا مالک اسے ٹھیرایا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خدا مثل خدا بخش ساہو کار کے ہوگا۔ ورنہ کیا یہہ ہنسی کی بات نہیں کہ جب ہم شہنشاہ کو جھونپڑی کا مالک نہیں کہہ سکتے تو خدا کو ایک گھر کا مالک کہنا کیا اُس کی خدائی کو بٹہ لگانا نہیں ہے۔

(۱۱) "خدا نے تم کو ایک دوسرے پر رزق کی برتری دی ہوئی ہے"

کیا یہ خدا کے ظلم کی بات نہیں کہ جس کو چاہے وہ امیر اور جس کو چاہے بلا وجہ غریب اور غلام بنا کر اذیت دیتا ہے؟

(۱۲) "جو اُس کے نزدیکی مقرب بندے ہیں اُس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے ...... سوائے خدا کے اور معبود بنا رکھے ہیں تو کہدے اس دعوے پر اپنی دلیل لاؤ ..

... یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے سے اولاد بنائی ہے وہ ایسی بیہودہ گوئیوں سے پاک ہے"

اس کے نزدیک مقرب بندے کون ہیں؟ اُن کی پہچان کیا ہے۔ خدا دوسری آدمیوں یعنی مخالفوں سے تو دلیل مانگتا ہے لیکن خود دلیل سے گریز کرتا ہے۔ کیا خدا نے مباحثہ جاری کر رکھا ہے اور لوگوں کی تردید میں یہ مضمون لکھ رہا ہے کہ میں بیہودہ گویوں کا جواب نہیں دوں گا۔ اب بھی خدا مباحثہ کیوں نہیں کرتا؟

(۱۳) "خدا اوپر سے بارش اُتارتا ہے اُسے تم پیتے ہو اور اُس سے درخت پیدا ہوتے ہیں .... اُن سے سمندر کو قابو کر رکھا ہے تا تم اُس سے گوشت ترو تازہ یعنی مچھلیاں کھاؤ اور زیور موتی نکالو ...... اور زمین میں پہاڑ بنا دئے تاکہ بہ سبب حرکت پانی کے تم کو نہ ہلا سکے ......"

خدا اوپر سے بارش اُتارتا ہے لیکن دہریہ تو یہی کہے گا کہ زمین کی کشش اگر نہ ہوتی تو بارش نیچے کیسے اُتر سکتی کیا کہیں خدا نے بارش کے نیچے اُترنے کا سبب کشش ثقل بھی بیان کیا ہے اگر نہیں تو اُسکا علم نامکمل ہے:۔

خدا نے انسان کی قدرتی خوراک سمندر کی مچھلیاں بتلائی ہیں۔ حالانکہ ڈاکٹران اعلیٰ دماغ اور سائینس دان باکمال اتفاق رائے سے پکار کر کہ رہے ہیں کہ انسان کی قدرتی خوراک گوشت نہیں ہے:۔

ولیم ٹن۔ کیور لارنس بیل آون گسینڈی عیرا ایک سے ایک اعلیٰ سائنس دان بتلا رہا ہے کہ گوشت ہرگز انسان کی قدرتی خوراک نہیں۔ پھر خدا کا یہ بتلانا کہ مچھلیاں کھاؤ بتلاتا ہے کہ وہ انسانی فطرت۔ انسان کے دانت آنت اور معدہ کی بناوٹ سے بے بہرہ ہے۔ سچ ہے اُس زمانہ میں عرب میں علم تشریح اور فزیالوجی کی تعلیم تھوڑی تھی جو خدا ایسی باتیں جان کر پھل اناج انسانی خوراک بتلاتا:۔

زمین پر پہاڑوں کو خوب میخیں بنا کر ٹھوکا ہے۔ اگر علم جغرافیہ سے متکلم قرآن کو واقفیت ہوتی تو ہرگز ایسا نہ کہتا۔ کیا پہاڑ زمین کے ساتھ گردش نہیں کرتے۔ لیکن سچ ہے مولوی صاحب کہدیں گے قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے:۔

(۱۴) "کیا جو پیدا کرے وہ اُس جیسا ہے جو نہیں پیدا کرتا ... جو لوگ آخرت کی زندگی نہیں مانتے ہیں

توحید سے دل اُن کے منکر اور وہ خود متکبر ہیں“

آپکا مطلب ہے کہ خدا اور مصنوعی معبود ایک سے نہیں یہ تو ٹھیک ہے۔لیکن پیدا کرنے کے معنے نہ آپنے ہی بتلائے اور نہ خدا ہی نے فرمائے پیدا کرنے سے مراد کیا نیستی سے ہستی میں لانیکی ہے۔اگر ہے تو یہہ مسئلہ سراسر جہالت کا ہے اور جو ایسا کہتا ہے وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔

آگے چلکر آپنے اس آیت میں توحید کو آخرت کی زندگی کا گویا مترادف ٹھہرا دیا خیر آپکی مرضی لیکن آخرت کی زندگی سے مراد اگر ابدی دوزخ اور ابدی بہشت کی ہے تو ایسی آخرت کی زندگی اور توحید لوگوں سے دور ہی رہے تو اچھی ہے۔اس سے یہی دُنیا بہتر ہے۔

(۱۵) ”خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو ہمیشہ زندہ اور سب ملک کا تھامنے والا۔۔۔کون ہے جو اُس کے پاس بغیر اُس کے حکم کے سفارش کر سکے؟ وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی سب باتیں جانتا ہے“۔

صفات باری کے متعلق سارے قرآن سے ڈھونڈکر آپنے یہ آیت نکالی لیکن اس میں بھی صفات باری کا کمالیت کے ساتھ ذکر نہیں ہے۔خدا سب ملک کا تھامنے والا ہے۔کیا عرب کے سارے مُلک کا یا کرۂ ارض کے تمام ملکوں کا۔

کیا اُسکا حکم لیکر اُس کے پاس سفارش ہو سکتی ہے؟ یہ تو وہ بات ہوئی جیسے چپراسی اپنے مالک کی اجازت حاصل کرے کہ میں فلاں مجرم کی سفارش کروں حاکم کہے کرو۔اس سے پایا گیا کہ خدا چاہتا ہے کہ پہلے میری اجازت لے لو پھر سفارش کر لیکن کیوں نہیں صاف طور سے بتلایا کہ ہرگز کسی صورت میں سفارش مانی نہیں جائے گی۔جو کروگے سو بھروگے۔

وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے۔لوگوں کے دل کی باتیں تو نہیں جانتا۔اگر محیط کل ہوتا اور اس آیت میں کہیں پر اُسکو محیط کُل لکھا ہوتا۔تب تو یہ بھی ممکن تھا لیکن جب اُسکو محیط کل ہی نہیں بتلایا گیا تو وہ دل کے خیالات کیسے جان سکتا ہے؟ آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے نہ کہ خیالات۔پس وہ ہمہ دان ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۱۶) ”وہ غائب اور ظاہر کو برابر جانتا ہے۔۔۔۔۔وہ بادشاہ ہے خود مختار۔۔۔۔سب پر غالب وہ خدا پیدا کرنے والا ہے“

وہ غائب اور ظاہر کو تو جانتا ہے۔لیکن ماضی۔حال اور مستقبل تینوں زمانوں کو جانتا ہے یا نہیں؟ جب تک یہ صفت اُسکی نہیں تو کیسے وہ مکمل ہمہ دان ہو سکتا ہے؟ وہ بادشاہ ہے۔اگر یہ درست ہے تو پھر

مسلمان کیونکر مانتے ہیں کہ خدا روحوں کو نیستی سے ہستی میں لاتا ہے؟ کیا بادشاہ اپنی رعایا کو نیستی سے ہستی میں لاتا ہے؟ بادشاہ تو کہدیا لیکن روح کو کیا کہیں پر اُسکی رعایا بھی کہا گیا ہے؟ اگر نہیں تو آنکھ سے اندھی نام نین سُکھ کی مثال صادق آئیگی عجب بادشاہ ہے کہ رعایا ندارد۔ خود مختار ہے بہت ٹھیک لیکن کہیں پر سارے قرآن میں روح کو بھی فعل مختار کہا ہے آگے چلکر لکھا ہے کہ وہ پیدا کرنیوالا ہے۔ ابھی کہا تھا کہ وہ بادشاہ ہے۔ گویا ایک خیال دوسرے خیال کی تردید میں موجود نہیں ہے۔ جو نیستی سے ہستی میں کائنات کو لاتا ہے۔ وہ بقول مسلمانان قدرت سے پیدا کرتا ہے۔ لیکن وہ بادشاہ کیسے کہلا سکتا ہے۔ شاید یہاں مراد بادشاہ سے جابر کی ہوگی۔ اگر مالک سے ہے تو وہ نیستی سے ہستی نہ کر سکے گا۔

مولوی صاحب اسی آیت کے فرمودہ کی تردید قرآن نے جا بجا کی ہے پھر ہم کیونکر مان لیں کہ قرآن کا خدا سب پر غالب آنیوالا بادشاہ ہے۔ ہرگز نہیں وہ سب پر غالب نہیں ہے۔ اگر غالب آسکتا تو ایک شیطان کو آجتک قید نہ کر چھوڑتا۔ دیکھئے قرآن شیطان کی تاریخ اور خدا کی کمزوری کو خود کن الفاظ میں بیان کر رہا ہے؟

پیدا کرنے کے بارہ میں سورۂ بقر آیت ۱۱۱۔ اس طرز پر ہے کہ:۔

"وہ زمین آسمان کا موجد ہے جب کسی کام کا حکم دیتا ہے تو صرف کہتا ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے" کیا معنی کہ نیستی سے ہستی کرتا ہے۔ جو ایک ناممکن بات ہے۔ پس ناممکن کاموں کے کرنیوالے کو خدا کہنا ہی غلطی ہے اور نہ وہ خدا ہو سکتا ہے۔ جو ناممکن اور اپنی ذات و قدرت کے خلاف کرے۔

اب ہم اس بات کی تائید میں کہ خدا شیطان پر غالب نہیں آسکا مندرجہ ذیل حوالجات درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو قرآن کے خدا کی صفات کا بخوبی پتہ لگ سکے جن آیات کو مولوی صاحب نے چھپانیکی کوشش کی ہے:۔

سورۂ بقر

نمبر ۱۔ اور جب مومنوں سے ملتے ہیں۔ کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیاطین کیساتھ خلوت میں ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ صفحہ ۳۔ آیت ۱۳۔

نمبر ۲۔ پھر شیطان نے اُن دونوں کو لغزش دی اور اُن دونوں کو وہاں سے نکالا اور ہمنے کہا تم سب نیچے اُترو ایک دوسرے کے دشمن صفحہ ۵ آیت ۳۴۔

نمبر ۳۔ اے لوگو جو کچھ زمین میں حلال اور پاک ہے تم کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے صفحہ ۱۵۔ آیت ۱۶۳۔

نمبر ۴۔ وہ تمہیں (شیطان) صرف بدی کرنیکا اور فحش کاموں کا اور خدا کی نسبت وہ باتیں جو تمہیں معلوم ہیں

لوٹنے کا حکم دیتا ہے۔ صفحہ ۱۵۔ آیت ۱۶۴۔

نمبر ۵۔ اے ایماندارو تم مسلمانی مذہب میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ صفحہ ۱۸۔ آیت ۲۰۴

نمبر ۶۔ شیطان تمسے تنگدستی کا وعدہ کرتا ہے اور تمہیں بیحیائی کا حکم دیتا ہے۔ اور خدا تمہیں اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے صفحہ ۲۴۔ آیت ۲۷۱

سورۃ العمران

نمبر ۷۔ میں اسکو معہ اسکی اولاد کے شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں صفحہ ۲۸۔ آیت ۳۱۔

نمبر ۸۔ فوجوں کے بھڑنے کے دن جو لوگ تم سے ہٹ گئے تھے ان کے گناہوں کی شامت سے انہیں شیطان نے ڈگایا تھا۔ صفحہ ۳۵۔ آیت ۱۴۹۔

نمبر ۹۔ یہ شیطان ہے کہ تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ تم ان سے نہ ڈرو مجھسے ڈرو اگر ایمان دار ہو۔ صفحہ ۳۰۔ آیت ۶۹۔

سورۂ نساء

نمبر ۱۰۔ جو اپنے اموال دکھلانے کیلئے خرچ کرتے ہیں وہ اللہ پر اور آخیر کے دن پر ایمان نہیں رکھتے جنکا ساتھی شیطان ہوا انکا بُرا ساتھی ہو گیا ہے۔ صفحہ ۴۳۔ آیت ۴۲۔

نمبر ۱۱۔ شیطان انہیں گمراہی میں دور لیجانا چاہتا ہے صفحہ ۴۳۔ آیت ۶۳

نمبر ۱۲۔ ایماندار خدا کی راہ میں لڑتے ہیں کافر شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں کو قتل کرو شیطان کا مکر ضعیف ہے صفحہ ۴۴۔ آیت ۷۸۔

نمبر ۱۳۔ اگر تم پر خدا کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو تم شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے صفحہ ۴۵۔ آیت ۸۵۔

نمبر ۱۴۔ مشرک لوگ خدا کے سوا عورتوں کو پکارتے ہیں۔ درحقیقت شیطان سرکش کو پکارتے ہیں۔ صفحہ ۴۸۔ آیت ۱۱۷۔

نمبر ۱۵۔ جس نے خدا کے سوائے شیطان کو دوست بنایا وہ صریح نقصان میں جا پڑا۔ صفحہ ۴۸۔ آیت ۱۱۸۔

نمبر ۱۶۔ شیطان انہیں وعدے دیتا اور آرزوئیں بندھواتا ہے لیکن اس کے وعدے صرف فریب کے ہیں۔ صفحہ ۴۸۔ آیت ۱۱۹۔

سورۂ مائدہ

نمبر ۱۷۔ شیطان چاہتا ہے کہ بوسیلۂ شراب اور قمار کے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تمہیں خدا کے ذکر اور نماز سے روکے پس کیا تمہیں باز آنا چاہیے۔ صفحہ ۶۰۔ آیت ۹۱

سورۂ انعام

نمبر ۱۸۔ جب ہمارا عذاب اُن پر آیا وہ عاجز کیوں نہ ہوئے۔ اگر اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ اور شیطان نے اُن کے کام اُنکی نظروں میں آراستہ کئے تھے۔ صفحہ ۶۵۔ آیت ۴۳

نمبر ۱۹۔ اور جب تو اے محمد یہ دیکھے کہ ہماری آیتوں میں غور کر رہے ہیں تو اُن سے یکسو ہو جا یہاں تک کہ جب تک وہ کسی اور بات میں غور کریں۔ ورنہ شیطان تجھے بھلا دیگا۔ پس تو بعد نصیحت ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ صفحہ ۶۶۔ آیت ۶۷

نمبر ۲۰۔ اور جو چوپایوں میں بعض باربردار ہیں اور بعض فرش زمین ہیں جو اللہ نے تمہیں رزق دیا کھاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدموں پر نہ چلو وہ صریح تمہارا دشمن ہے۔ صفحہ ۷۱۔ آیت ۱۴۳

سورۂ اعراف میں قصۂ شیطان

نمبر ۲۱۔ فرمایا نیچے اُتر یہاں سے تجھے لایق نہیں کہ یوں یہاں تکبر کرے نکل تو ذلیلوں میں ہے۔ بولا مجھے اُٹھنے کے دن تک مہلت دے فرمایا۔ تجھے مہلت دی تب بولا اس سبب سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں تیری سیدھی راہ کے اوپر آدمیوں کی گھات میں جا بیٹھوں گا۔ اُنپر آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں سے آؤں گا۔ اور تو اُن میں بہت شکرگذار نہ پاوے گا۔ فرمایا یہاں سے نکل عیب دار مردود اُن میں جو تیرے تابع ہوگا۔ میں تم سب سے دوزخ بھر دوں گا (صفحہ ۸۷۔ آیت ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶)

نمبر ۲۲۔ پھر شیطان نے اُنھیں وسوسہ دیا تاکہ اُن کی پوشیدہ برہنگی اُن پر ظاہر کرے۔ صفحہ ۸۷۔ آیت ۱۹۔

نمبر ۲۳۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا تہا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے نہ کہا تھا۔ صفحہ ۸۷۔ آیت ۲۱۔

نمبر ۲۴۔ اے بنی آدم شیطان تمہیں فسید میں نہ ڈالے جیسے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا۔ اِن کے کپڑے اِن کے اوپر سے کھینچتا تھا تاکہ اُن کی برہنگی دکھلاوے شیطان اور

اُس کی قوم تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتی ہیں کہ تم اُنہیں نہیں دیکھ سکتے ہمنے شیطان کو بے ایمانوں کے لئے اولیا بنا دیا ہے۔ صفحہ ۷۴، آیت ۲۶۔

نمبر ۲۵ اور تو اُنھیں اُس شخص کی خبر پڑھ سُنا کہ جسے ہمنے اپنی آیات دی تھیں اور وہ آیتوں میں سے نکل گیا۔ پھر اُس کے پیچھے شیطان ہولیا۔ اور گمراہوں میں ہوا صد ۸۳ آیت ۷۴۔

نمبر ۲۶۔ اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے دُگاوے تو اللہ سے پناہ مانگ وہ سنتا جانتا ہے صہ ۸۵۔ آیت ۱۱۹

نمبر ۲۷۔ جو ڈرتے ہیں جب اونہیں شیطان سے کوئی وسوسہ پہونچے وہ چونک اوٹھتے ہیں۔ پھر فوراً سمجھ آجاتی ہے صفحہ ۸۵۔ آیت ۲۰۔

سورۂ انفال

نمبر ۲۸۔ جس دن شیطان اُن کے کام اونہیں اچھے دکھلائیگا۔ کہتا تھا کہ آج لوگوں میں سے کوئی تمپر غالب نہ ہوگا۔ میں تمہارا رفیق تمہارے ساتھ ہوں۔ جب وہ فوجیں مقابل ہوئیں شیطان اولٹے پیروں ہٹا اور کہا میں تمسے بیزار ہوں۔ میں کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں صفحہ ۸۸۔ آیت ۵

سورۂ یوسف

نمبر ۲۹۔ کہا اے بیٹے اپنا ارادہ اپنے بھائیوں کو نہ سنا کہ وہ تیرے لئے کوئی فریب بنائیں گے۔ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔ صفحہ ۱۱۱۔ آیت ۵

نمبر ۳۰۔ جس کی نسبت گمان تہا کہ وہ بچے گا۔ اس سے کہا کہ اپنے مالک پاس میرا ذکر کیجیو۔ شیطان نے مالک کے پاس اُسکا ذکر اُس سے بھلا دیا پھر وہ قیدخانہ میں کئی برس رہا۔ صفحہ ۱۱۳۔ آیت ۴۲۔

نمبر ۳۱۔ اپنی والدین کو تخت پر چڑھایا۔ اور اُس کے بھائی سب سجدہ میں گرے اور کہا یہ سب میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ میرے رب نے اوسے سچ کیا اور اُسنے مجھپر یہ احسان کیا۔ جب مجھے قیدخانہ سے نکالا اور تمہیں جنگل سے یہاں لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے مجھمیں اور میرے بھائیوں میں جھگڑا اُٹھوایا۔ خدا جو چاہے بالطاقت کرتا وہ دانا حکیم ہے صفحہ ۱۱۶۔ آیت ۱۰۱۔

سورۂ ابراہیم

نمبر ۳۲ - جب فیصلہ ہو چکیگا - تب شیطان بولے گا - خدا نے تمسے سچا وعدہ کیا تھا - جو وعدہ کیا تھا - جو وعدہ میں نے تمسے کیا تھا جھوٹ تھا اور میری تمپر حکومت نہ تھی صفحہ ۱۲۱ - آیت ۲۶ -

سورۂ حجر

نمبر ۳۳ - اور مردود شیطان سے اُس کی حفاظت کی صفحہ ۱۲۳ - آیت ۱۷

نمبر ۳۴ - مگر شیطان جو بات چوری سے سُن گیا - اُسکے پیچھے شہاب لگایا صفحہ ۱۲۳ - آیت ۱۸

نمبر ۳۵ - شیطان کا پھر ذکر ہے - صفحہ ۱۲۳ - آیت ۳۱ سے ۴۲ تک -

سورۂ نحل

نمبر ۳۶ - اللہ کی قسم تجھسے پہلے بہت اُمتوں میں رسول بھیجے تھے - شیطان نے اُنکے عمل اُنھیں بھلے کر دکھلائے تھے سو وہ ہی آج انکا دوست ہے اور اُنکے لئے دکھ کا عذاب ہے - صفحہ ۱۲۸ - آیت ۱۶۵ -

نمبر ۳۷ - سو جب تو قرآن پڑھے مردود شیطان سے پناہ مانگ صفحہ ۱۳۰ - آیت ۱۰۰

نمبر ۳۸ - اِسکا غلبہ اُنھیں پر چلتا ہے جو شیطان کے دوست اور مشرک ہیں صفحہ ۱۳۰ آیت ۱۰۲ -

سورۂ بنی اسرائیل

نمبر ۳۹ - فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے - صفحہ ۱۳۳ - آیت ۲۹ -

نمبر ۴۰ - میرے بندوں سے کہہ کہ وہ بات بولیں جو بہتر ہے کیونکہ شیطان اُن میں لڑائی کراتا ہے - شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے - صفحہ ۱۳۴ - آیت ۵۴ -

نمبر ۴۱ - پھر شیطان کا ذکر صفحہ ۱۳۴ - آیت ۶۳ سے ۶۷ رکوع ۷ - (یعنی) اور جب ہمنے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو - سب نے سجدہ کیا - مگر ابلیس نے نہ کیا، بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا - پھر بولا تو دیکھ جسے تو نے مجھپر فضیلت دی ہے - اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دیگا تو میں اُس کی اولاد کو جڑ سے اوکھاڑ والوں گا سوائے تھوڑوں کے - فرمایا چلا جا اِن میں سے جو تیرے تابع ہوگا تم سب کا جہنم پورا بدلا ہوگا جیسے تو

پُھوا ز خود ان میں بہکا سکے۔ بہکا اور اپنے سوار اور پیادے انپر چڑھا اور اموال و اولاد میں انکا شریک ہو۔ اور اونہیں وعدے دے۔ اور شیطان انھیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے صفحہ ۱۳۵ - آیت ۶۳ سے ۶۶۔

سورۂ کہف

نمبر ۴۲۔ اور جب ہمنے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا۔ اپنے رب کے فرمان سے نکل بھاگا۔ پس کیا تم میرے سوا ابلیس کو اور اوس کی اولاد کو دوست ٹھیراتے ہو۔ وہ تمہارے دشمن ہیں اور ستمگاروں کا بدلا برا ہے صفحہ ۱۴۰ - آیت ۴۸۔

نمبر ۴۳۔ بولا تو نے دیکھا کہ جب ہمنے پتھر کے پاس آرام کیا تہا۔ میں مچھلی بھول گیا اسکی یاد مجھے شیطان نے ہی بھلائی اور اوس نے عجب طور سے دریا میں اپنی راہ لی صفحہ ۱۴۱ آیت ۶۲۔

سورۂ مریم

نمبر ۴۴۔ اے باپ شیطان کی عبادت نہ کر۔ شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔ صفحہ ۱۴۵ - آیت ۴۵۔

نمبر ۴۵۔ اے باپ میں ڈرتا ہوں کہ رحمان کی طرف سے تجھپر عذاب نہ آجائے۔ پھر تو شیطان کا ساتھی ہو جائیگا۔ صفحہ ۱۴۵ - آیت ۴۶۔

سورۂ طٰہٰ

نمبر ۴۶۔ اور جب ہمنے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا پھر ہمنے کہا کہ آدم بحیہ ابلیس تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے۔ تم کو جنت سے نکلوا دے پھر تو تکلیف میں پڑے صفحہ ۱۵۲ - آیت ۱۱۵

نمبر ۴۷۔ پھر شیطان نے آدم کے دل میں ڈالا۔ بولا اے آدم کیا میں تجھے سدا جینے کا درخت اور وہ سلطنت جو کہنہ نہ ہو۔ بتاؤں۔ صفحہ ۱۵۲ - آیت ۱۱۸۔

سورۂ انبیا اور سورۂ حج

نمبر ۴۸۔ بعض آدمی بے علم اللہ میں جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے

سپیرو ہیں صفحہ ۱۵۷ - آیت ۳ -

نمبر ۴۹ - شیطان کی قسمت میں لکھا گیا کہ جو کوئی اُسکا دوست بنے اُسے گمراہ کریگا اور عذاب دوزخ کا راہ بتائیگا - صفحہ ۱۵۷ - آیت ۴ -

نمبر ۵۰ - اور کوئی رسول و نبی نہیں ہے جو تجھسے پہلے ہمنے بھیجا کہ جب وہ کچھ خیال باندہنے لگا شیطان نے اُسکے خیال میں کچھ نہ ڈالدیا ہے - صفحہ ۱۶۰ - آیت ۵۱ -

سورہ نور

نمبر ۵۱ - اے ایماندار و شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو - وہ بے حیائی اور بد بات کا حکم دیتا ہے اور اگر اللہ کا فضل و رحم تمپر نہ ہوتا تو تم میں سے کبھی کوئی پار نہ ہوتا لیکن جسے چاہے پار کرتا اور اللہ دانا و شنوا ہے صفحہ ۱۶۸ - آیت ۲۱ -

سورہ عنکبوت

نمبر ۵۲ - اور عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور تم اہل مکہ پر اُنکے بعض گھر ظاہر ہیں اور اُن کے اعمال شیطان نے اُن کے لئے مزین کئے تھے - پھر اونہیں راہ سے روکا تھا اور وہ سب دانشمند لوگ تھے - صفحہ ۱۹۱ - آیت ۳۷

نمبر ۵۳ - اور جب اونہیں کہا جائے کہ جو خدا نے نازل کیا اُس کے پیرو ہو سکتے ہیں کہ جس بات پر ہمنے اپنے اباء کو پایا ہم اُس کے پیرو ہوں گے - آیا کیا اگر شیطان نے اُنہیں دوزخ کی طرف بلایا تو بھی صفحہ ۱۹۷ - آیت ۲۰ -

نمبر ۵۴ - ابلیس کا گمان اون کے حق میں ہیچ ہو گیا - اونھوں نے اوس کی پیروی کی مگر مومنین سے ایک ایک فرقہ نے نہ کی - صفحہ ۲۰۵ - آیت ۱۹ -

نمبر ۵۵ - اور شیطان کا اُنپر کچھ غلبہ نہ تھا مگر یہ اس لئے نہ ہوا کہ ہم اُسسے جو آخرت پر ایمان لاتا ہے اُس سے جو آخرت کے بارہ میں شکی ہے جدا کر کے معلوم کریں اور تیرا رب ہر شے پر نگہبان ہے - صفحہ ۲۰۵ - آیت ۲۰

سورہ فاطر

نمبر ۵۶ - شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم اوسے دشمن سمجھو وہ اپنی جماعت کو

اسی لئے بلاتا ہے۔ کہ دوزخی ہوں۔ صفحہ ۲۰۸ آیت ۸۔

سورۂ یٰس

نمبر ۵۷۔ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ کیا تہا۔ کہ تم شیطان کو نہ پوجو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ صفحہ ۲۱۲۔ آیت ۶۰۔

نمبر ۵۸۔ اور اوسنے تم میں سے بہت خلقت کو بہکایا کیا تم نہ سمجہے تہے۔ صفحہ ۲۱۲۔ آیت ۶۲

سورہ صافات

نمبر ۵۹۔ اور ہر سرکش شیطان سے آسمان کی حفاظت کی صفحہ ۲۱۳۔ آیت ۷

نمبر ۶۰۔ اوپر والی مجلس تک شیاطین نہیں سُن سکتے اور ہر طرف سے انگارے مارے جاتے ہیں۔ صفحہ ۲۱۳۔ آیت ۸۔

نمبر ۶۱۔ مگر جو کوئی خبر شیطان جہاک کے اُچک لایا اُس کے پیچہے چمکتا انگارہ لگتا ہے صفحہ ۲۱۳۔ آیت ۱۰۔

نمبر ۶۲ اُس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں۔ صفحہ ۲۱۴۔ آیت ۶۳

سورۂ ص

نمبر ۶۳۔ پہر سورۂ ص میں صفحہ ۲۱۹ پر شیطان کا قصہ ہے۔

نمبر ۶۴۔ پہر بولا تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ صفحہ ۲۱۹۔ آیت ۸۳

سورۂ سجدہ

نمبر ۶۵۔ اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں وہ دو شخص دکہلا جنوں اور آدمیوں سے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (شیطان) سو ہم اون دونوں کو اپنے پیروں نیچے گرائیں کہ وہ نیچے رہیں۔ صفحہ ۲۲۹۔ آیت ۲۹۔

نمبر ۶۶۔ اگر کوئی شیطانی وسوسہ تجہے بہکاوے تو اللہ سے پناہ مانگ وہ دانا و شنوا ہے صفحہ ۲۲۹۔ آیت ۳۶۔

نمبر ۶۷۔ جو کوئی رحمان کے ذکر سے آنکہ چرائیگا۔ ہم اوسپر ایک شیطان مقرر کرینگے وہ اسکا ہمنشین بنجائیگا۔ صفحہ ۲۳۵۔ آیت ۳۵۔

نمبر ۶۸۔ شیاطین آدمیوں کو راہ سے روکتے ہیں۔ اور آدمی سمجہتے ہیں کہ ہم راہ یافتہ

ہیں۔ صفحہ ۲۳۵۔ آیت ۳۶۔

نمبر ۶۹۔ یہانتک کہ جب آدمی ہمارے پاس آتا ہے (شیطان سے) کہتا ہے کاش کہ تجھ میں اور مجھ میں مغرب اور مشرق کی دوری ہوتی۔ تو بڑا ساتھی ہے صفحہ ۲۳۵۔ آیت ۳۷

سورہ محمد

نمبر ۷۰۔ جو لوگ اپنے لئے ہدایت ظاہر ہونے کے لئے اپنی پشت پر لوٹ گئے (یعنی مرتد ہو گئے) شیطان نے اُنکے لئے بات بنائی اور انہیں جہات ہے صفحہ ۲۴۵۔ آیت ۲۷۔

سورہ (قاف) ق

نمبر ۷۱۔ اسکا قرین (شیطان) کہیگا اے رب میں نے اِسے گمراہ نہیں کیا۔ وہ خود دور کی گمراہی میں تھا۔ صفحہ ۲۴۹۔ آیت ۲۶۔

نمبر ۷۲۔ یہانتک کہ امر آیا (موت) اور تمہیں شیطان نے اللہ کے بارہ میں فریب دیا۔ پس آج تمسے فدیہ قبول نہ ہوگا۔ اور نہ کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔ وہی آگ تمہارا رفیق ہے اور بیری جگہ صفحہ ۲۶۰ آیت ۱۴۔

سورہ مجادلہ

نمبر ۷۳۔ ویسی ہی مصلحت شیطان سے ہے کہ مومنین کو غمگین کرے اور اُن کو وہ کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتا۔ مگر اللہ کے حکم سے اور ایمانداروں کو خدا پر بھروسہ چاہئے۔ صفحہ ۲۶۲۔ آیت ۱۱۔

نمبر ۷۴۔ اُن پر شیطان غالب آیا۔ اُنہیں اللہ کی یاد بھلائی۔ وہ شیطان کی جماعت میں سنتا ہے۔ جو شیطان کی جماعت ہیں وہی زیاں کار ہیں۔ صفحہ ۲۶۲۔ آیت ۲۰

سورہ حشر

نمبر ۷۵۔ شیطان کی مانند ہیں۔ جب اُسنے انسان سے کہا کہ کافر ہو۔ جب وہ کافر ہو بولا۔ میں تجھسے بیزار ہوں میں جہان کے رب اللہ سے ڈرتا ہوں صفحہ ۲۶۴۔ آیت ۱۶۔

قرآنی سوشیل لائف

مولوی صاحب سوشیل لائف آف ملہم پر بہت زور دے رہے تھے یہانتک کہ آپ الہام کا گواہ اس کو بنانا چاہتے تھے لیکن سوشیل لائف کا معیار تو الہامی کتاب سے ہی ملنا چاہئے۔ آؤ ہم دیکھیں کہ قرآن میں سوشیل لائف کے کن

اُصولوں کی تعلیم دی ہوئی ہے تاکہ ہم اندازہ لگا سکیں کہ ملہم شخص کی سوشیل لائف اُن کے مطابق ہی ہوگی۔ اُن سے بڑھیا تو ہو ہی نہیں سکتی۔

تمدن اور یہ وہ تو سب مولوی صاحب نے لکھا۔ اور قرآن کی یکطرفہ سوشیل لایف کی تعلیم کا فوٹو کھینچا۔ ہم مکمل فوٹو کے لئے یہہ مصالحہ بھی پیش کرتے ہیں۔ کہ جس سے

کثرت ازدواج۔ طلاق اور عورتوں کے ساتھ جابرانہ سلوک کی بھی

بخوبی تشریح و توضیح اور سوشیل لایف کی تعلیم کی کیفیت کُھل سکے گی۔ اس کے متعلق اگر وید مقدس کی سوشیل لایف کے اصولوں کی تعلیم سے کوئی شخص مقابلہ پر واقفیت حاصل کرنا چاہے تو وہ ہماری کتاب "واہ آورش" لاہور آریہ سماج وچھووالی کے کتب خانہ سے طلب کر کے دیکھ لے۔

سورۂ بقر (رکوع ۲۳۔ آیت ۱۸۳)

روزہ کی رات میں اپنی عورتوں سے ہمبستر ہونا تمہیں حلال ہوا ہے۔ عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم اُنکی پوشاک ہو۔ اللہ کو تمہاری چوری معلوم ہوگئی ہے سو اُسنے تمکو معاف کیا اور تُمسے درگذر کی۔ عورتوں سے مباشرت کیا کرو اور جو کچھ خدا نے تمہارے لئے لکھدیا ہے اُسکو ڈھونڈھو۔ اور جب تک فجر کو سفید دہاگا کالے دہاگے سے صاف جدا نظر نہ آوے۔

آیت ۲۲۰ صفحہ ۹ مشرکہ عورتوں کو نکاح میں لاؤ۔ جبتک وہ ایمان نہ لائیں۔ مسلمان باندی مشرکہ (بی بی) سے بہتر ہے۔ اگر وہ تمہیں خوش آتی ہو اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو جبتک ایمان نہ لائیں۔ مسلمان غلام مشرک آدمی سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمکو خوش آئے۔ ۲۷ ع۔

آیت ۲۲۳ صفحہ ۱۰۔ تمہاری عورتیں تمہارا کھیت ہیں تم اپنی کھیت میں جدہر سے چاہو جاؤ۔ اور اپنی جانوں سے پہلے سے تدبیر کرو اور خدا سے ڈرو اور جانو کہ تمہیں اُسنے ملاقات کرنا ہے اور خوشخبری ایمانداروں کو دے ۲۸ ع۔

آیت ۲۲۶ سے ۲۲۸ صفحہ ۱۲۰۔ انکے لئے جو اپنی عورتوں سے نہ ہمبستر ہونے پر قسمیں کھا بیٹھے ہیں چار ماہ کی انتظار ہے پھر اگر وہ ملگئے ہوں تو خدا بخشندہ مہربان ہے اگر اُنھوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا تو اللہ سنتا اور جانتا ہے طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو ۳ حیض تک (نکاح دیگر) سے روکیں اور اُنکو اسکا چھپانا جو خدا نے اُنکے رحموں میں پیدا کیا ہے حلال نہیں ہے۔

اگر وہ اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہیں اور اگر اس عرصہ میں وہ صلح کا ارادہ کریں تو اُنکے خاوندوں کا حق ہے کہ انہیں پھیر لیں اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسے مردوں کا اُنپر حق ہے دستور کے موافق اور مردوں کا عورتوں کے اوپر درجہ ہے۔ اللہ زبردست مُدبر ہے۔ ۲۸ ع

آیت ۲۲۹ سے ۲۳۱ رکوع ۲۹۔

طلاق دوبار ہے۔ پھر بدستور روک لینا یا نیکی سے رخصت دینا چاہئے اور تمہیں حلال نہیں کہ اپنے دئے ہوئے میں سے مگر جبکہ وہ دونوں ڈریں کہ خدا کے قاعدہ قایم نہ رکھ سکیں گے۔ پس اگر تم ڈرو کہ وہ دونو خدا کے قاعدہ قایم نہ رکھ سکیں گے تو اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت کا بدلہ دیکے چھوٹ جائے یہ خدا کے باندھے ہوئے قواعد ہیں۔ اُن سے آگے نہ جاؤ۔ اور جو کوئی خدا کے قاعدوں سے آگے بڑھا سو وہ ہی ظالم لوگ ہیں۔

اگر وہ اس کو طلاق دیچکا اس کے بعد وہ عورت اُس مرد کے لئے حلال نہیں ہے۔ جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح (معہ جماع) نہ ہو جائے پھر اگر وہ اوسکو طلاق دے تو اُن دونوں کا پھر ملجانا گناہ نہیں ہے اگر وہ خیال کریں کہ خدا کے قواعد ٹھیک رکھ سکیں اللہ کے قواعد ہیں جنہیں وہ سمجھدار قوم کیلئے بیان کرتا ہے اور جب تمنے عورت کو طلاق دی پھر وہ اپنی عورت کو پہنچیں پس اب اُنکو حسبِ دستور رخصت دو۔ اور زیادتی کر کے ستانے کے لئے نہ روکو جسنے یہ کیا اُسنے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور خدا کی آیتوں کو ٹھٹھہ نہ بناؤ۔

آیت ۲۳۲ سے ۲۳۶ تک ۲ رکوع۔

اور جب تمنے عورتوں کو طلاق دی۔ پھر وہ اپنی عورت کو پہنچیں تو پھر اُنکو اپنے خاوند کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ حسبِ دستور آپس میں راضی ہو جائیں یہ نصیحت تم میں سے اسکے لئے ہے۔ جو خدا پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے اُس میں تمہارے لئے پاکیزگی اور سُتھرائی زیادہ ہے اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اور لڑکے والی عورتیں اپنے لڑکوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں جو کوئی دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے اور لڑکے والے مردوں پر اُن عورتوں کا کھانا کپڑا ہوگا۔ دستور کے موافق کسی کو اس کی گنجایش سے زیادہ تکلیف نہیں دیجاتی۔ اور والدہ اپنی بیٹی اور والد اپنے بیٹے کو ضرر نہ پہونچائیں۔

اور وارث پر بھی ایسا ہی حکم ہے پھر اگر وہ دونو اپنی مرضی اور مشورہ سے دودھ چھڑانیکا ارادہ کریں تو اُن پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اے مردو یہ چاہو کہ اپنی اولاد کو دغیر عورت کا) دودھ پلواؤ تم پر کچھ گناہ نہیں تم بدستور مقررہ اُجرت دیدو اور خدا سے ڈرو جانو کہ جو کچھ تم کرتے ہو. خدا دیکھتا ہے جو لوگ تم میں سے عورتیں چھوڑ مرجاتے ہیں چاہئے کہ چار مہینہ دس دن تک اُن سے انتظار کریں پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے جو وہ اپنے حق میں حسب دستور کرتی ہیں اور خدا تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت کو نکاح کا پیغام خفیہ دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو. خدا جانتا ہے کہ تم اِن سے کہو گے مگر تم خفیہ وعدہ نہ کرو بجز اسکے جیسا دستور کوئی بات بولدو اور نکاح کا ارادہ نہ کرو جب تک خدا کا نوشتہ اپنی مدت کو پہونچے اور جانو کہ جو تمہارے دل میں ہے اللہ کو معلوم ہے. اس سے ڈرو اور جانو کہ اللہ بخشندہ بردبار ہے۔ آیت ۲۳۷ و ۲۳۸

عورتوں سے ہم بستری اور اُن کا مہر مقرر کرنے سے پہلے اگر تم اونکو طلاق دیدو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے چاہئے کہ غنی اور تنگدست آدمی اپنی اپنی حیثیت کے موافق انکو خرچ کردیں جیسے خرچ کا دستور ہو۔ اور بھلائی دیتوں پر حق ہے اور اگر ہم بستر ہونے سے پہلے اور مہر ٹھہرانے کے بعد تم اُن کو طلاق دو تو ٹھہرائے ہوئے مہر کا نصف دینا چاہیئے مگر جبکہ وہ عورتیں اور وہ شخص جس کے ہاتھ عقد نکاح تھا درگذر کریں۔ اور تم مرد اگر درگذر کرو تو پرہیزگاری کے قریب ہے اور اپنے درمیان فضل رکھنا نہ بھلاؤ۔ جو تم کرتے ہو۔ خدا دیکھتا ہے:۔

۳۱۔ رکوع :۔

آیت ۲۴۱ و ۲۴۲

جو لوگ تم میں عورتیں چھوڑ کے مرجاتے ہیں ایک سال کے لئے اِن کو خرچ کی وصیت کر جائیں کہ یہ نکالدی جائیں۔ اگر وہ آپ نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں . . . . اور طلاق یافتہ عورتوں کو حسب دستور خرچ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے:۔ ۳۱ رکوع

صفحہ ۳۵۔ ۳۹ آیت

اے ایماندارو . . . . اپنے مردوں میں دو گواہ کر لیا کرو اور جو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں جن کو تم گواہوں میں پسند کرو۔ اگر ایک عورت بھول جائیگی۔ تو دوسری یاد دلائیگی . . . .

سورہ نساء مدنی آیت ۳۔ اع صفحہ ۳۹

اور اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیم لڑکوں میں عدل نہ کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں۔ دو دو

تین تین چار چار نکاح میں لاؤ۔ اور اگر خوف ہو کہ برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو یا وہ جو تمہارے ہاتھوں کا مال ہو (یعنی باندی) اس دستور سے قریب ہے کہ تم ظلم نہ کرو گے۔ اور عورتوں کے مہر خوشی سے دیا کرو اور جو عورتیں برضا خود مہر چھوڑ دیا کریں تو تم لذت اور مزے سے کھالیا کرو:۔

صفحہ ۱۰۰۔ ۴۔ ۳ع۔ آیت ۱۹۔

تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں زنا کریں تو تم اپنے مسلمانوں میں چار گواہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دیں تو تم ان عورتوں کو اپنے گھروں میں (بطور جیلخانہ) قید رکھو یہانتک کہ اونکی موت آوے۔ یا اللہ ان کے لئے کوئی راہ نکالے:۔

آیت ۲۳۔ اے ایماندارو تمہیں زبردستی عورتوں کا وارث بننا حلال نہیں نہ یہ کہ اونہیں بند رکھو تاکہ اپنا دیا ہوا کچھ ان سے چھین لو۔ ہاں جب وہ آشکارا زنا کریں اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح رہا کرو اگرچہ وہ تمہیں بری معلوم ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ تم کسی شے کو برا سمجھو اور خدا تمہارے لئے بہت بھلائی نکالے۔ نمبر ۲۴۔ اور اگر تم بجائے ایک عورت کے دوسری عورت بدلنا چاہو۔ اور اون میں سے کسی کو بہت سا مال دے بیٹھے ہو تو اس سے کچھ نہ لینا نمبر ۲۵۔ کیا تم بہتان اور صریح گناہ سے کچھ لیتے ہو تم کیونکر لیتے ہو جبکہ تم آپس میں مل چکے ہو۔ اور وہ عورتیں تم سے پختہ وعدہ کر چکی ہیں:۔

آیت ۲۸۔ ۴ع

اور خصم والیوں کا لینا بھی حرام ہے۔ مگر جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہو جائیں (یعنی قید سے باندی ہو کے) یہ اللہ کا تمہیں حکم ہوا ہے اور ان کے سوا وہ سب عورتیں تمہیں حلال ہیں جنکو تم مال دیکے طلب کرو۔ بحالیکہ تم پارسا ہو نہ مستی نکالنے والے پس جتنے مال کے بدلے تم نے ان سے متعہ کیا۔ انکا مقررہ حق دیدو۔ اور بعد تقرر حق کے اگر تم برضا جانبین کچھ اور بندوبست ٹھیرالو تو تم پر گناہ نہیں۔ اللہ دانا پختہ کار ہے اور جو کوئی تم میں سے کسی مسلمان پارسا عورت کے ساتھ نکاح کا مقدور نہ رکھتا ہو وہ تمہاری مومنہ مملوکہ (باندیوں) میں سے اور خدا تمہارے ایمان کو جانتا ہے کہ تم آپس میں ایک ہو یا باندیوں سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو۔ اور ان کے مہر بھی بدستور دیدو۔ جبکہ باندیاں نیک ہوں نہ زناکار اور پوشیدہ نہ رکھتی ہوں جب وہ قید نکاح میں آجائیں۔ پھر زنا کریں۔ تو جسقدر عذاب آزاد عورت کیلئے لئے مقرر ہے۔ انکا نصف ان پر ہوگا یہ حکم اس کے لئے جو تکلیف اٹھانے سے ڈرے۔ اور اگر تم صبر کرو تو بہتر ہے:۔

آیت ۳۰، صفحہ ۱۰۴ ع ۶

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت بخشی ہے اور اس لئے بھی وہ اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں پس نیک عورتیں فرمان بردار اور اللہ کی حفاظت سے اپنی شرم گاہوں کی محافظہ ہیں۔ اور وہ عورتیں جنکی بدخوئی سے تم ڈرتے ہو اونہیں سمجھاؤ اور خواب گاہوں میں جدا چھوڑ دو اور اونہیں مارو پھر اگر وہ تمہارا کہنا مانیں تو پھر اُنپر الزام کی راہ تلاش نہ کرو۔ کیونکہ اللہ بہت بلند ہے اور اگر تم ان کی مخالفت سے ڈرتے ہو تو مرد کی طرف سے ایک منصف اور عورت کی طرف سے ایک منصف اُٹھاؤ اگر یہ دو انہیں صلح کا ارادہ کرینگے تو خدا ان میں توفیق دیگا۔ اللہ دانا خبردار ہے:۔

۵۔ سورہ مائدہ

آیت ۷ صفحہ ۱۵۳ آج سب ...... اور مسلمان پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں بھی تمہیں حلال ہیں جب کہ تم اُن کے مہر دیدو۔ ......

سورہ نور صفحہ ۱۶۶ - اع آیت ۲ سے ۹

زناکار عورت اور زناکار مرد ہر ایک کے ۱۰۰ درّے مارو... آیت ۳۔ زناکار مرد زناکار عورت سے یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے اور زناکار عورت زانی و مشرک مرد سے نکاح کرتی ہے اور یہ بات مومنین پر حرام ہے نمبر ۴ پھر جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو تہمت لگائیں پھر وہ ۴ گواہ نہ لائیں تو ان کے اسّی درّے مارو کبھی اُنکی گواہی قبول نہ کرو وہی فاسق ہیں نمبر ۶ جو لوگ اپنی عورتوں کو تہمت لگائیں اور اُن کے پاس سوائے اپنی جانوں کے اور گواہ نہ ہوں تو ان میں ایک کی گواہی چار دفعہ اللہ کی قسم یوں ہو کہ وہ سچوں میں ہے پانچویں دفعہ کہے اللہ کی لعنت ہو اسپر اگر وہ جھوٹوں میں اور عورت کا عذاب یوں دور ہوتا ہے کہ وہ چار دفعہ اللہ کی قسم سے کہے کہ اسکا شوہر جھوٹوں میں ہے اور پانچویں دفعہ کہے اگر اسکا شوہر سچوں میں ہو تو اس عورت پر خدا کا غضب آوے:۔

صفحہ ۱۶۷ - آیت ۲۶ - ۲ ع

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لئے ہیں:۔

صفحہ ۱۶۸ - آیت ۳۱

اور ایماندار عورتوں سے کہہ کہ اپنی آنکھیں نیچے رکھو... اور اپنا سنگار ظاہر کرو مگر جتنا ظاہر ہے۔

اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبان پر ڈالی رکھیں اور اپنی آرایش صرف اپنی شوہروں کو دکھلائیں یا اپنی باپوں کو یا شوہروں کے باپوں کو یا اپنے بیٹوں کو یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا اپنے بھتیجوں کو یا اپنے بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا لونڈی و غلام کو یا مردوں میں سے اُن تابعین کو جو صاحب شہوت نہ ہوں یا اُن لڑکوں کو جو عورتوں کی چھپی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنی پوشیدہ زینت کے ظاہر کرنے کو زمین پر پیر مارتی نہ چلیں ...... اور اپنی رانڈوں کے اور نیک غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح پڑھو۔ اور اگر وہ محتاج ہوں ....

سورہ قصص صفحہ ۱۸۵ - رکوع ۳ - آیت ۲۷

د موسیٰ کو کہا کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنی اِن دو بیٹیوں میں سے ایک تیرے نکاح میں دوں۔ اس شرط پر کہ تو ۸ برس میری مزدوری کرے اور جو ۱۰ برس پورے کر دے تو تیری طرف سے مہربانی ہے اور میں تجھپر شقت نہیں ڈالتا ....

سورہ احزاب ۱ع - آیت ۴

...... نہ تمہاری عورتوں کو جنہیں تم ماں کہہ بیٹھے ہو۔ تمہاری سچی ماں بنایا۔ نہ تمہارے مُنہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹا بنایا ....

صفحہ ۲۰۲ - آیت ۴۸ - ۱۶ع

اے ایماندارو جب تم ایماندار عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر تم اونھیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو تو تمہارے لئے اُن پر کچھ عدت نہیں۔ کہ اسکا شمار کرو۔ سو تم اونہیں فائدہ پہنچاؤ اور اچھی طرح سے رخصت کر دو:-

صفحہ ۲۰۳ - آیت ۵۵

عورتوں پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے باپوں بیٹوں کے سامنے اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی ہمجنس عورتوں باندی اور غلاموں کے سامنے آویں ......

آیت ۵۹ - ۸ع

اے نبی اپنی عورتوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہدے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر ڈالیں۔ یہ طریقہ قریب تر ہے کہ وہ پہچانی جائیں۔ پھر ایذا نہ پائیں:-

صفحہ ۲۶۱ - سورہ مجادلہ آیت ۲ - ۱ع

جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کے ساتھ ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہو جاتیں ۔

صفحہ ۲۶۵ سورہ ممتحنہ

اے ایماندارو جب تم پاس ایماندار عورتیں ہجرت کر کے آجائیں تو اون کا امتحان لیا کرو۔ خدا ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ ایماندار ہیں ۔ تو اُنہیں کافروں کی طرف نہ ہٹاؤ وہ کافروں کو حلال نہیں اور نہ کافر انکو حلال ہیں جو اُن کافروں نے خرچ کیا ہے اُن کو دیدو اور تم پر گناہ نہیں کہ اُن عورتوں سے نکاح کرو جبکہ تم اُن کو اون کے مہر دیدو اور تم کافر عورتوں کا نکاح نہ تھام رکھو جو خرچ کیا ہے مانگ لو اور چاہیئے کہ وہ کافر بھی اپنا خرچ جو کیا ہے مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے ۔۔۔

اگر تمہاری عورتوں میں سے کافروں کی طرف کوئی نکل جائے پھر تم کافروں کو پہاڑ رو انکو جنکی عورتیں جاتی رہیں ۔ اِتنا مال دیدو جتنا اونھوں نے خرچ کیا تھا ۔۔۔۔۔۔

صفحہ ۲۷۵ سورہ معارج ا ع

اگر اپنی عورتوں اور باندیوں پر لیں کہ وہ بے ملامت ہیں :۔

سورہ طلاق صفحہ ۲۶۹ - آیت ۱

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو اُنہیں عدت میں طلاق دیا کرو اور عدت گنتے رہو اور اللہ اپنے رب سے ڈرتے رہو ۔ اونہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود نہ نکلیں ۔ مگر جب وہ صریح بیحیائی کا کام کریں یہ اللہ کی حدود ہیں ۔ اور جو کوئی اللہ کی حدود سے بڑھا اس نے آپ پر ظلم کیا کون جانے کہ شاید اللہ بعد طلاق کوئی نئی بات نکالے پھر جب وہ اپنے وقت کو پہونچیں پھر اُنھیں اچھی طرح رکھ لو یا اچھی طرح جُدا کر دو اور دو معتبر اپنے میں سے گواہ کر لو اور اللہ کے لئے سیدھی گواہی دو جو کوئی آخری دن اور خدا پر ایمان رکھتا ہے اسکو یہیں حکم نصیحت ہوئی ہے اور جو اللہ سے ڈرتا اللہ اُس کے لئے نکلنے کی راہ بتلائیگا ۔۔۔۔۔۔

اور تمہاری عورتوں میں سے وہ عورتیں کہ حیض سے نا اُمید ہو گئیں اگر تم شک کرو اُن کی عدت تین ماہ ہے ایسے ہی وہ جنھیں حیض نہیں آیا اور حمل والیاں اُنکی عدت کا وقت یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جنیں ۔

ویدک تعلیم متعلقہ صفات ایزدی

مندرجہ بالا ۱۷ نمبروں کے اندر قرآن کی تعلیم متعلقہ صفات ایزدی بیان کیجا چکی ہے اور اسکے بعد ہمنے ان ہی صفات کی تردید میں قرآن کے حوالجات نیز سوشیل لائف آف قرآن کے نوٹ بھی دیدئے ہیں ۔ سوشل لائف کی

قرآنی تعلیم کا مقابلہ تو ہماری کتاب "وِدوان اور رشی" سے سب کر سکیں گے لیکن صفات ایزدی کے متعلق ہم یہاں نمبر لکھتے ہیں۔ ہم اِن نمبروں کے نوٹ یہاں پر درج کریں پیشتر اس کے کہ اس سے اعلیٰ ترین صفات ایزدی وید مقدس سے دکھانیکی کوشش کریں:۔

نمبر (۱) خدا کی ہستی کا ثبوت۔ دہریوں کے جواب میں دن رات کا بیان اور سورج کی گردش کا ذکر:۔

نمبر (۲) ایضاً

نمبر (۳) خدا کی ہستی کا ثبوت۔ اور بارش کا ذکر:۔

" (۴) خدا کا زمین کو پھیلانا اور دن کو رات سے ڈھانپنا:۔

" (۵) درازعمری خدا کی مرضی پر اور خلاف قاعدہ عام ہے۔ کرم کا دخل نہیں:۔

" (۶) خدا کا دُنیا کی چیزوں کا علت مادی ہونا:۔

" (۷) فرشتوں کا بیان:۔

" (۸) شرک کرنے والے کے نیک عمل بھی ضائع کئے جائیں گے:۔

" (۹) خدا شرک ہرگز نہ بخشے گا:۔

" (۱۰) خدا گھر کا مالک ہے:۔

" (۱۱) خدا نے ہی غریب و امیر اپنی مرضی سے بنائے:۔

" (۱۲) خدا کا مخالفوں سے دلیل مانگنا اور خود دلیل کرنے کی تعلیم نہ دینا ساتھ ہی لوگوں سے مباحثہ کرنا:۔

" (۱۳) خدا کا اوپر سے بارش اُتارنا گذشتہ نقل کو وجہ نہ بتلانا اور گوشت کو خوراک قرار دینا زمین کے ہلنے کا انتظام پہاڑوں سے کرنا:۔

" (۱۴) توحید کے لئے آخرت کی زندگی کا ماننا یعنی ابدی دوزخ اور بہشت کا ضروری ہے:۔

" (۱۵) خدا سب ملک کا تھامنے والا ہے اُسکا حکم لیکر سفارش کر سکتے ہیں آگے پیچھے کی باتیں نہ کہ لوگوں کے دل کے خیالات جانتا ہے۔ محیط کل کا ذکر نہیں ہے:۔

" (۱۶) خدا غائب اور ظاہر کو تو برابر جانتا ہے لیکن تینوں زمانوں کے جاننے والا اوسکو نہیں کہا گیا وہ بادشاہ ہے لیکن اُس کی رعایا روحیں نہیں بتلائی گئیں وہ خود مختار ہے لیکن روح کو فعل مختار نہیں کہا گیا۔ وہ پیدا کرنیوالا ہے یعنی نیستی سے ہستی کرتا ہے۔ وہ سب پر غالب ہے لیکن شیطان پر غالب نہیں:۔

ویدک پرمان

यत्रानन्दाश्च मोदाश्च मुदः प्रमुद आसते। कामस्य यत्राप्ताः कामास्त-त्र माममृतं कृधीन्द्रायेन्द्रो परिस्रव॥

ऋ० मं० ९। सू० ११३ मं ९

ترجمہ:- (اِندو) سربیاپک جگدیشور (یتر) جس آپ میں (آنند) سمپورن سمردھی (چہ) اور (مود) سمپورن ہرش (مُدہ) سمپورن اپدیستا (چہ) اور (پرمُدہ) پرکشٹ اپدیستا (آستے) ستھت ہیں۔ (یتر) جس آپ میں (کامیہ) ابھیلاشی پرش کی (کاماہ) سب کامنا (آپتہ) پراپت ہوتی ہیں (تتر) تس آنند سروپ میں (اندرائے) پرم ایشوریہ کے لئے (مام) مجھکو (امرتم) جنم مرن کے دکھ سے رہت موکش پراپت یکت (کر) ہی کیجئے اور اسی پرکار سب جیووں کو (پری سرو) سب طرح سے پراپت ہو جئے:-

مطلب:- (۱) اس منتر میں بتلایا گیا ہے کہ ایشور آنند سروپ یعنی سرور مجسم اور راحت مطلق ہے۔

(۲) راحت کے طالب کی تمام خواہشات ایشور کے وصال سے سیر ہوتی ہیں۔

(۳) ایشور کے ہی وصال سے امرت یعنی نجات یا مکتی حاصل ہوتی ہے:-

(۴) اس نجات کو حاصل کرنا ہر ایک انسان کا مساوی حق ہے:-

کیا مندرجہ بالا ۴ فقروں میں کہیں قرآن نے خدا کو راحت مجسم کہا ہے کیا کہیں یہ تبلایا ہے کہ انسانی خواہشات کی سیری صرف خدا کے فضل سے ہی ہوتی ہے کیا خدا کے میل کا دوسرا نام نجات کہیں پر لکھا ہے۔ اور کیا ایسی نعمت اعلیٰ اور روحانی سیری کو ہر ایک انسان حاصل کر سکتا ہے ایسا کہیں قرآن میں آتا ہے۔ قرآن کی روحانی زندگی بہشت کی زندگی ہے جسمیں نفسانی لذات کی سیری ہوتی ہے۔ یہ روحانی زندگی اس جنم میں بھی حاصل ہو سکتی ہے اس میں نفسانی لذات کا ذکر تک نہیں صرف آنند مجسم پرمیشور کو پانا ہی مطلب ہے اور یہی امرت ہے۔ مولوی صاحب ذرا اس وید کی روح کو تسکین دینے والی اعلیٰ اور مدلل تعلیم سے قرآن کی صفات باری اور بہشت کی زندگی یا نجات کا دل میں مقابلہ کیجئے اور پھر کہئے کہ اعلیٰ روحانی تعلیم وید دیتا ہے یا قرآن:-

यत्र कामा निकामाश्च यत्र ब्रध्नस्य
विष्टयम्। स्वधा च यत्र तृप्तिश्च तत्र
माममृतं कृधीन्द्रायेन्दो परि स्रव॥
ऋ० मं० ६ सू० ११३ मं० ८

اس منتر میں بتلایا گیا ہے کہ:-

(۱) ایشور کی پراپتی پر تمام خواہشات آیندہ اُٹھنی بند ہو جاتی ہیں یعنی خواہش کی منزل مقصود ایشور ہے۔ ایشور ایسی ہستی ہے کہ جسکو حاصل کر کے پھر کسی شے کی خواہش نہیں رہتی:-

(۲) سب سے بڑا سکھ جو ہو سکتا ہے وہ ایشور پراپتی ہی ہے:-

(۳) روح کی سیری ایشور کے وصال میں ہے:-

(۴) اسی کا نام امرت یعنی نجات ہے:-

ईशा वास्यमिदं सर्वं यत्किञ्च जगत्यां जगत्। तेन
त्यक्तेन भुञ्जीथा मा गृधः कस्य स्विद्धनम्। यजुः ४०।१

مطلب) جو پرکرتی سے لیکر پرتھوی پرینت سب پراپت ہونے یوگیہ سرشٹی میں جیا پدارتھ ہیں وہ سب ایشور سے یکت سرب شکتیمان پرماتما سے دیاپت ہو رہے ہیں اس تیاگ کئے ہوئے جگت سے پدارتھوں کو بھوگ کرنا کسی کی بھی دستو ماتر کو اپنا سمجھ کے لینے کی خواہش تک مت کر۔ اس منتر میں بتلایا گیا ہے کہ

(۱) کل کائنات میں کوئی مادی ذرہ اور جاندار ایسا نہیں ہے جس میں کہ ایشور (مالک حقیقی) موجود نہ ہو کیا معنی کہ ایشور محیط کل ہے (۲) یہ مادی دنیا ایشور نے جیووں کے لئے بخش رکھی ہے (۳) انسان کو چاہئے کہ ان مادی اشیا کو استعمال میں لاوے لیکن (۴) ہمیشہ یاد رکھے کہ مجھے کسی انسان کی چیز کو بے انصافی سے حاصل کرنے کی خواہش نہیں کرنی چاہئے:-

دنیا میں تین واجب الوجود ہستیاں ہیں۔ اول ایشور۔ دوم مادہ سویم ارواح۔

ان میں سے ایشور مادہ اور روحوں میں دیاپک ہو رہا ہے اور جو طاقت دیاپک ہوتی ہے وہ قابض و مالک ہوتی ہے بشرطیکہ وہ علیم بھی ہو۔ دنیا میں قانون ہے کہ اگر کوئی شخص مکان میں رہے تو وہ اسکا قابض یا مالک تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایشور چراچر جگت میں سرب دیاپک ہو رہا ہے۔ پس اسکا قبضہ بھی اسپر ہے اس لئے منتر میں اُس کو ایش (مالک حقیقی) کے نام سے پکارا ہے:-

(باقی آیندہ)

چار برہمہ رشیوں کے حالات

(از ماسٹر آتمارام جی ایڈیٹر ہتکاری امرتسر)

اگنی وایو آدی چار برہمہ رشیوں کے تاریخی حالات براہمن گرنتھوں سے ملتے ہیں گو کسی ملہم کے حالات زندگی الہام کی صداقت کا معیار نہیں ہوسکتے تاہم محض تاریخ کے طالبان کے لئے ہم اگنی وایو۔ ادیت۔ اور انگرہ چار برہمہ رشیوں کے مناسب حالات اس آرٹیکل میں مختصر طور پر درج کرنا چاہتے ہیں یہ چار وہ مہرشی ہیں جنپر کہ ویدوں کے گیان کا پرکاش ہوا ہے۔ انہی کو ملہمان وید کہتے ہیں۔

یورپ میں پہلے مورخ بادشاہوں کی فتح و شکست کے حالات لکھنا ہی تاریخ کا مدعا سمجھتے تھے۔ لیکن گرین صاحب نے "ہسٹری آف دی انگلش پیپل" نامی تاریخ لکھکر لوگوں کو بتلا دیا کہ تاریخ کا مدعا قوم کے چاروں ورنوں کے گنوں کا بیان کرتا ہے۔ وہ قصے کہانیاں اور معمولی باتیں جن سے کہ عام تاریخیں عموماً بھری رہتی ہیں آج فضول معلوم ہو رہی ہیں "سویلیزیشن اینڈ پروگرس" نامی مشہور کتاب میں انگلنڈ کے ایک اعلیٰ فلاسفر کراوزیر صاحب لکھتے ہیں کہ تاریخ کا مدعا وہ نہیں جو کہ عام آدمی سمجھتے ہیں بلکہ وہ ہونا چاہئے جو کہ فلسفہ بتلائے۔ دنیا کے ابتدائی بزرگ جنھیں لوگ 'ادیہ' کہتے ہیں وہ تاریخ اور اوس کے فواید سے بخوبی آگاہ تھے جلدیں سیاہ کرنے کا نام انھوں نے تاریخ نہیں مانا بلکہ فلسفی اصولوں کو انسانی زندگی میں دکھلانے کے لئے انھوں نے تاریخیں لکھی ہیں کیا مجال ہے کہ یورپ مختصر نویسی میں ان رشیوں پر سبقت لیجاسکے؟۔

کتاب ایتریہ براہمن۔ پرپاٹھک ۵۔ ادھیائے ۵۔ برہمن ۳۲ صفحہ ۱۶۳ مطبوعہ بمبئی تتو و دیچک پریس میں اگنی وایو آدی رشیوں کے حالات زندگی دئے ہوئے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ کتاب شت پتھ براہمن کانڈ ۱۱۔ ادھیائے ۵ میں بھی اگنی آدی

رشیوں کا برنن ہے۔ اس کے علاوہ کتاب گوپتھ برہمن پرپاٹھک اول برہمن ۴ وہ ۶ میں اگنی وایو۔ آدتیہ انگرہ چاروں کا برنن ملتا ہے۔

برہمن گرنتھوں کے بیانات سے سدھ ہوتا ہے کہ پرجاپتی یعنی ایشور نے کامنا کی کہ سرشٹی ہو اور تپ کیا ارتھات وچار ستھر کیا۔ گیان ہی تپ ہے۔ اپنے اس رت (Design) کے متعلق ایشور نے سرشٹی کو بنایا۔ یعنے وہ کرگئے جو پرتھوی انترکش اور دیولوک میں ہیں۔ اس کے بعد یعنی جب سرشٹی کر لی تب تین جیوتیوں کو پیدا کیا۔ ان میں سے اگنی پرتھوی کی جیوتی وایو انترکش کی جیوتی اور آدیت دیولوک کی جیوتی ہے۔ ان جیوتیوں کے علاوہ ان جیوتیوں کو بھی پیدا کیا۔ جنہوں نے خود تپ کیا۔ وہ رشی تھے۔ جن کا خطاب جیوتی ہوا وہ رشی پورن برہمچاری ہونے کی وجہ سے آدیتہ سروپ اور برپتاپہا تھے اس لئے دوسری وجہ یہہ ہے کہ ان کو جیوتی کہا جاتا ہے۔ ان چاروں رشیوں کو برہمن گرنتھوں میں پہلے جیوتی کا لقب دیا گیا ہے۔

منوسمرتی میں ذکر آتا ہے کہ برھماجی نے سناتن وید کس سے حاصل کیا۔ تو اسکا جواب منوسمرتی اور منڈک اُپنشد بتلاتی ہے کہ برھما پرتھم دیو یعنے مکھیہ ودوان تھا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ اگنی آدی رشیوں کے بہت سے شاگرد تھے۔ لیکن ان سب میں اول درجہ کا شاگرد برھما نامی ہوئے ہیں۔ اپنشد بتلاتی ہے۔ کہ کہ برھماجی نے فزیکل سائنس اور برہم ودیا دونوں میں کمال کیا تھا۔

وہ چار آدی رشی عمر بھر برہمچاری رہے لڑکے پیدا نہیں کئے بلکہ وید کا پرکاش شاگردوں تک پوھنچاتے رہے۔

برھماجی نے اپنے بڑے بیٹے اتھروا کو ویدک تعلیم دی۔ اتھرواجی نے بھارت دواج۔ ست۔ واہ۔ اور انگرہ ثانی کو برہم ودیا آدی کی تعلیم دی۔ ان سے شونک آدی جگیاسوؤں نے پائی اور عام دنیا میں ان سے پھیلی۔

آریہ سنتان میں آجتک برھماجی آئیڈیل گرو مانے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے رشی ترپن میں ہدایت ہے کہ ہے لوگو تم برہما آدی دیوؤں (عالموں) کو سوا سے ترپت

(پرسن) کرو۔ گویا برہمہا کی نظیر دیتے ہوئے رشی واک بتلا رہے ہیں کہ برہما جیسے جو دیوتا ہیں اُن کو ترپت کرو۔

منتر پانچ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جیسے پرتھوی مول وت آدہار ہے۔ اسی طرح ویدوں میں رگوید کا درجہ ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ گیان کانڈ سب کانڈوں کا آدہار ہے یجروید کو انتر کش سے اوپما دی گئی ہے جتنی کریا ہوتی ہے وہ سب انتر کش میں ہی پیدا ہوتی ہیں اس لئے کرم کانڈ کا آدہار یجروید ہے۔ جس طرح آدیتہ کا ستھان پرکاش مئے ہے اسی طرح سے اُپاسنا کانڈ ارتھات سام وید من کا پرکاشک ہے۔ گوپتھ برہمن میں اتھروید کا جنپر پرکاش ہوا وہ انگرہ مہرشی بتلائے گئے ہیں۔ اور جس طرح دو برہمنوں نے اگنی آدی رشیوں کے وشے میں لکھا ہے کہ اونہوں نے تپ کیا اسی طرح پر گوپتھ نے لکھا ہے کہ انگرہ جی نے بھی تپ کیا۔

جو لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کیوں نہیں اگنی آدی رشیوں کے حالات ویدوں میں بھی درج کئے گئے ہیں اُن کو جاننا چاہئے کہ وید علمی کتاب ہے نہ کہ تاریخی علاوہ اس کے وید کا نزول ہر کلپ کے شروع میں ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر کلپ کے شروع میں اگنی۔ دایو آدی رشی ہی ملہم ہوں بلکہ اگلے کلپ میں جو اُسکے مستحق ہونگے اُن پر ہی ویدوں کا پرکاش ہوگا اس لئے جب ملہم ہمیشہ بدلنے والے ہیں تو بدلنے والوں کا ذکر اُس وید میں جو ہر کلپ کے لئے بے بدل ہے کیسے آسکتا ہے؟ اس کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وید مثل آفتاب کے سوتہ پرمان ہیں۔ ملہم کے حالات وید کی صداقت کا معیار ہرگز نہیں ہو سکتے۔

اِن چار رشیوں کی پیدایش تری وشٹپ دیش میں ہوئی جس کو آج تبت کہتے ہیں سانکلپک سرشٹی میں پیدا ہونے سے انکے ماتا پتا ایشور ہی ہیں۔

پورن آدتیہ برہمچاری کی اوستھا میں اُنھوں نے جنم لیا ہے برہمن گرنتھوں میں اِن کا جیون چرتر تین الفاظ سے ادا کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ جیبوتی سا شی اور دیوتے ہے رشی سے مراد منتر درشٹا یعنی اوس عابد سے ہے جس کے دلپر مراقبہ میں قدرت کے رازوں کا انکشاف ہوا کرتا ہے۔

ڈیو سے مراد دان دیپن اور دیوتن کی ہے جیسا کہ نروکت ادھیائے سات کھنڈ ۱۵ میں لکھا ہے۔

ان چار رشیوں نے جو جو کرم کئے اُن کو برہمن گرنتھوں کے رشی مصنفوں نے تپ کے نام سے موصوم کیا ہے۔ تیتریہ آرنیک پرپاٹھک ۱۰ انوواک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ تپ کے اندر مندرجہ ذیل کرم کرتے تھے یہں اونھوں نے ۸ اقسام کے تپ کئے یعنی (اول) رت (دوم) ست (سوم) شرت (چہارم) شانت (پنجم) دم (ششم) شم (ہفتم) دان (ہشتم) یگ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ چار مہرشی برہمچریہ آشرم کے بعد سنیاسی ہو گئے۔ گرہستی نہیں ہوئے لہذا اولاد بھی ان کے ہاں نہیں ہوئی۔

انکے بہت سے شاگرد تھے۔ جن میں اول درجہ کے شاگرد برہماجی تھے (دیکھو منڈک اُپنشد واک پہلا تتھا منوسمرتی ادھیائے اول شلوک ۲۳)

چھاندوگیہ اُپنشد پرپاٹھک ۳ کھنڈ ۱۶ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پورن برہمچاری اور پورن تپسوی کی عمر ۴۰۰ برس تک ہو سکتی ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ان چار رشیوں کی عمر ۴۰۰ برس کی ہوئی ہو گی۔

بعض لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں کہ کیا آپ براہمن گرنتھوں کو مستند تاریخ مانتے ہو ہم اُن کو کہا کرتے ہیں کہ براہمن گرنتھ بلا شبہ مستند تاریخ کی کتابیں ہیں۔ کیونکہ برہمن گرنتھوں کو ہی اتہاس اور پوران وغیرہ کا نام سنسکرت لٹریچر میں دیا جاتا ہے۔ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ پورانے آریوں کو تاریخ لکھنے کا شوق نہ تھا وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اگنی وایو سے لیکر بڑے بڑے رشی مہرشیوں کے حالات زندگی برہمن گرنتھوں اور اُپنشدوں میں پائے جاتے ہیں۔ کشتری آدی راجاؤں کے تذکرے راماین مہابھارت میں ملتے ہیں۔ تاریخ کے لئے ذخیرہ کافی موجود ہے صرف ضرورت اُن محققوں کی ہے جو اپنی عمریں اس کام کے لئے وقف کر دیں۔

اوم شم